

April  
May  
2023

# پیام عرفات

ماہنامہ رائے بریلی

## رمضان المبارک کا مقصد

”جس طرح ہم نے اللہ کے حکم سے رمضان میں حلال و پاک طیب چیزیں چھوڑی ہیں، اسی اللہ کے حکم سے غیر رمضان کے دنوں میں ہم گناہوں کا ارتکاب کیسے کریں؟ ہم اللہ کو ناراض کرنے والی چیزیں کیوں کر گذریں؟ ہم جھوٹ کیوں بولیں؟ ہم جھوٹی گواہی کیوں دیں؟ ہم کسی مسلمان کی دل آزاری کیوں کریں؟ ہم کسی کا حق کیوں ماریں؟ ہم بہتان کیوں لگائیں؟ ہم چوری کیوں کریں؟ ہم ظلم کیوں کریں؟ ہم کسی کا خون کیوں بہائیں؟ ہم کسی کا دل کیوں توڑیں؟ ان چیزوں سے بچنے کی عادت، خیال و دھیان پیدا ہو جائے، یہ ہے تقویٰ اور رمضان کا مقصد، اللہ تعالیٰ ہم سے رمضان کے ۲۹-۳۰ دنوں میں طیب پاک نعمتیں چھڑا کر خاص وقت میں چھڑا کر ہماری مشق کراتا ہے کہ ہم گناہوں کے ارتکاب سے بچیں اور جو بھی کام کریں خیال کر کے کریں۔“

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

# عبادت - روح کی غذا



علامہ شیخ یوسف القرضاویؒ

”انسان صرف مادی غلاف نہیں ہے جسے ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں، جو زمین سے اپنے کھانے پینے کی حاجتیں طلب کرتا ہے، بلکہ انسان کی حقیقت اس جوہر نفیس میں پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے وہ ایک معزز اور مکرم انسان بنا اور روئے زمین پر پائی جانے والی تمام موجودات کا سردار قرار پایا، وہ جوہر اس کی روح ہے جو اپنی زندگی اور اپنا تزکیہ اللہ عزوجل کی مناجات میں پاتی ہے، وہ اللہ کی عبادت ہی ہے جو اسے غذا اور نشوونما دیتی ہے اور ہر روز اسے رسد پہنچاتی ہے جو گھٹتی ہے اور نہ ختم ہوتی ہے۔

اگر اس معنوی جوہر پر غفلت و دھوکے کا پردہ پڑ جائے اور انکار و شک کا زنگ لگ جائے، تو بد حالی کے جھکڑ چلتے ہیں، جو غبار کو دور کر دیتے ہیں، یا شائد اندکی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور زنگ کو دور کر دیتی ہے، تو انسان بلاتا خیر اپنے رب کی طرف پلٹ آتا ہے، اسے پکارتا ہے اور اس کے حضور میں گر گڑا تا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے اور زندگی کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں، ارشاد الہی ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرِينَ بِيَمِينِ بَرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَ تَهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَ هُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِن أَنجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ (یونس: ۲۲) (وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تم کو لیے پھراتا ہے یہاں تک کہ تم جب کشتی میں (سوار) ہوتے ہو اور خوشگوار ہوا کے ذریعہ وہ لوگوں کو لے کر چلتی ہیں اور لوگ اس میں مگن ہو جاتے ہیں تو ایک سخت آندھی ان کو آلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ان پر اٹھتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ اس میں گھر گئے تو بندگی میں کیسو ہو کر وہ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچالیا تو ہم ضرور شکر، بجالانے والوں میں ہوں گے)

واقعہ یہ ہے کہ دل صلاح پاتا ہے نہ فلاح، مسرور ہوتا ہے اور نہ خوشی و لذت حاصل کرتا ہے، نہ خوش حال ہوتا ہے، سکون پاتا ہے اور نہ مطمئن ہوتا ہے، مگر سوائے اپنے یکتا رب کی عبادت، اس کی محبت اور اس کی طرف انابت سے، اس کے بغیر اسے دنیا کا سب کچھ بھی میسر آ جائے تو اسے سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ اطمینان، کیونکہ اس کے اندر فطرتی طور پر اپنے رب کی مانگ ہے، اس لیے کہ وہ اس کا معبود ہے، محبوب ہے اور مطلوب ہے، اسی سے اسے فرحت و سرور و لذت و نعمت، سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اگر اسے اللہ کی عبادت کے علاوہ ہر چیز حاصل ہو جائے جو اس کی پسندیدہ ہے اور وہ جسے حاصل کرنے کا خواہش مند ہے تو اسے احساسِ درد، حسرت اور تکلیف کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا، بلکہ وہ اللہ کی محبت کے ساتھ ہی دنیا کی کلفتوں اور زندگی کی تلخیوں سے نجات پاسکے گا، یہاں تک کہ اللہ کے سوا اپنی ذات کے لیے بھی اسے کوئی چیز محبوب نہ ہو۔

سلیم دلوں، طیب روحوں اور پاکیزہ عقلوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے ساتھ انس اور اس سے ملاقات کے شوق سے بڑھ کر کوئی چیز شیریں تر، لذیذ تر، پاکیزہ تر، مسرت آمیز اور نعمت بداماں نہیں، مومن اپنے دل میں اس سے جو حلاوت محسوس کرتا ہے، وہ ہر دوسری حلاوت اور ہر نعمت اور اسے پہنچنے والی ہر لذت سے بلند تر، کامل تر اور بالاتر ہوتی ہے۔“

(اسلام میں عبادت کا حقیقی مفہوم: ۱۲۵-۱۲۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

# پیام عرفات

ماہنامہ رائے بریلی  
مرکز الامام ابی الحسن الندوی دار عرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

شمارہ: ۲-۵



اپریل - مئی ۲۰۲۳ء / رمضان - شوال ۱۴۴۴ھ



جلد: ۱۵



سرپرست: حضرت مولانا سید محمد راج حسینی ندوی مدظلہ (صدر، دار عرفات)



## روزہ کی فضیلت



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

”مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ  
وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا.“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(جس بندہ نے اللہ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھا، اللہ تبارک و تعالیٰ اس  
کے چہرہ کو (دوزخ کی) آگ سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دیتا ہے۔)

(صحیح مسلم: ۲۷۶۷)

### مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسینی ندوی  
مفتی راشد حسین ندوی  
عبدالسبحان ناخدا ندوی  
محمود حسن حسینی ندوی  
محمد حسن ندوی

### معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی  
محمد امغان بدایونی ندوی

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرز، مسجد کے پیچھے، پھانگ عبد اللہ خاں، ہسبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ”پیام عرفات“  
مرکز الامام ابی الحسن الندوی، دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔  
[www.abulhasanalinadwi.org](http://www.abulhasanalinadwi.org)

سالانہ زر تعاون: -/150 Rs.

E-Mail: markazulimam@gmail.com

فی شمارہ: -/15 Rs.

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)



## وہ نہس نہس کے وعدے کیے جا رہے ہیں

نتیجہ فکر:- ماہر القادریؒ

وہ نہس نہس کے وعدے کیے جا رہے ہیں  
 فریب تمنا دیے جا رہے ہیں  
 ترا نام لے کر جیسے جا رہے ہیں  
 گناہ محبت کیے جا رہے ہیں  
 مرے زخم دل کا مقدر تو دیکھو  
 نگاہوں سے ٹانگے دیے جا رہے ہیں  
 نہ کالی گھٹائیں نہ پھولوں کا موسم  
 مگر پینے والے پیے جا رہے ہیں  
 تری محفل ناز سے اٹھنے والے  
 نگاہوں میں تجھ کو لیے جا رہے ہیں  
 مرے شوق دیدار کا حال سن کر  
 قیامت کے وعدے کیے جا رہے ہیں  
 حریم تجلی میں ذوق نظر ہے  
 نگاہوں سے سجدے کیے جا رہے ہیں  
 ابھی ہے اسیری کا آغاز ماہر  
 ابھی تو فقط پر سے جا رہے ہیں



- ۳..... ماہ مبارک کا پیغام (اداریہ)..... بلال عبدالحی حسنی ندوی
- ۴..... فریضہ صوم کی حکمتیں..... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
- ۶..... دینی دعوت کا قرآنی اسلوب..... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ
- ۸..... امت کی زبوں حالی اور داعیانِ حق..... مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ
- ۹..... گناہوں کی ندامت سے جو دو آنسو ٹپکتے ہیں..... مولانا شمس الحق ندوی
- ۱۱..... فریضہ صوم کا تقاضا..... مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ
- ۱۳..... تقویٰ کیا ہے؟..... بلال عبدالحی حسنی ندوی
- ۱۵..... نکاح کے چند مسائل..... مفتی راشد حسین ندوی
- ۱۷..... حقیقت صوم..... عبدالسبحان ناخدا ندوی
- ۱۹..... آپ ﷺ کے معمولات رمضان میں..... محمد امین حسنی ندوی
- ۲۱..... قرآن مجید- رہبر کارمل..... محمد ارمان بدایونی ندوی
- ۲۳..... روزہ کے مختلف مسائل.....
- ۲۷..... اعتکاف- چند ضروری مسائل.....
- ۲۹..... زکوٰۃ- چند ضروری احکام و مسائل.....



بلا عبدالرحمن حسنی ندوی



## ماہ مبارک کا پیغام



رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت اور امت محمدیہ پر اس کا فضل عظیم ہے، یہ ایک ایسا عظیم مہینہ ہے جو ہم سے کچھ لینے کے لیے نہیں بلکہ ہمیں کچھ دینے کے لیے آتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ مہینہ مغفرت کے پروانے دینے کے لیے، اصلاح نفس اور محاسبہ نفس کرانے کے لیے آتا ہے، ہماری زندگیوں کو صحیح رخ دینے اور حالات کو بدلنے کے لیے آتا ہے، لیکن یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے اندر رمضان کے پیغام و مقام کا احساس پیدا ہو اور اس ماہ مبارک میں ہماری جو ذمہ داریاں ہیں ان کو ہم ادا کرنے کی کوشش کریں۔

رمضان اللہ تبارک و تعالیٰ کو راضی کرنے کا موسم ہے، یا یوں کہہ لیں کہ عبادتوں کا جشن عام ہے، اس میں اللہ کی ایسی رحمتیں برستی ہیں جن کا شاید ہماری یہ مادی نگاہیں مشاہدہ نہ کر سکیں، جس طرح ہر کاروبار کا سہا لک ہوتا ہے، اسی طرح رمضان بھی عبادت کی سہا لک کا مہینہ ہے، جو گویا سال بھر کی کمائی کا زمانہ ہے، حضرت امام سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگر کسی کا رمضان المبارک کا مہینہ اچھا گزرا تو اس کا پورا سال اچھا گزرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر پوری قوت ایمانی، مکمل احتساب نفس، اصلاح کے بھرپور جذبہ اور ایک ایک لمحہ کی قدر کے ساتھ یہ مہینہ اچھا گزرا گیا تو اس کا اثر صرف سال بھر نہیں بلکہ بعض مرتبہ پوری زندگی پر پڑتا ہے اور زندگی کے اندر تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

رمضان روزہ، تلاوت، تراویح، ذکر واذکار اور غم گساری کا مہینہ ہے، اس کے اندر ہم یہ طے کر لیں کہ ہمیں اپنا ایک ایک لمحہ قیمتی بنانا ہے، اپنا زیادہ تر وقت تلاوت یا اذکار میں گزارنا ہے، رمضان کے آداب کا خیال رکھنا ہے، غیبت سے بچنا ہے، زبان کی حفاظت کرنا ہے اور لغویات سے پرہیز کرنا ہے، اسی کے ساتھ دوسروں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسن سلوک کا اہتمام کرنا ہے، یہ سلوک پیسوں سے بھی ہو سکتا ہے، اچھے بول سے بھی ہو سکتا ہے، خدمت سے بھی ہو سکتا ہے، اپنے اہل تعلق اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور اخلاق برتنے سے بھی ہو سکتا ہے۔

رمضان محاسبہ نفس اور توبہ کا بہترین موقع ہے، اس مہینہ میں ہم یہ عہد کر لیں کہ سچی پکی توبہ کریں گے، وراثت اور جائیداد کی صحیح تقسیم کریں گے، آپس کے جھگڑوں کو ختم کریں گے اور ہر طرح کے غلط کاموں سے بچیں گے، انشاء اللہ یہ عمل ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بنے گا۔

رمضان کا مہینہ تقویٰ کا مزاج بنانے کے لیے ہے، جس میں مخصوص وقت تک حلال و طیب چیزیں حتیٰ کہ آب زمزم بھی حلق کے نیچے جانا حرام ہے، تاکہ آدمی کا یہ مزاج بن جائے کہ غیر رمضان میں وہ حرام کھانے اور کمانے سے بچ سکے اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ہم لوگ ایسے مبارک اور عظیم الشان مہینہ میں افطاریوں کی بڑی زبردست تیاریاں کرتے ہیں، سحری کی ضرورتوں کو جمع کرنے کی بہت زیادہ فکر کرتے ہیں، عمدہ سے عمدہ مشروبات کا اہتمام کرتے ہیں، اپنا قیمتی وقت عید کی خریداری میں صرف کرتے ہیں، روزہ کی حالت میں گھنٹوں آپس میں باتیں کرتے ہیں اور جب باتیں ہوتی ہیں تو زبان پر قابو نہیں رہتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزہ کے ساتھ جھوٹ، غیبت اور چغلی بھی زبان پر جاری رہتی ہے، ظاہر ہے یہ تمام اعمال روزہ کی حقیقت اور اس کی روح کے منافی ہیں، ان تمام باتوں سے بچنا ضروری ہے، ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ یہ پورا مہینہ عظمت و احتیاط کے ساتھ گزاریں اور ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزرے، نہ جانے ہمارے ایک لمحہ کی غفلت کتنے دنوں کے نقصان کا سبب بن جائے، اگر ہم نے ان باتوں کا خیال رکھا تو انشاء اللہ اس ماہ مبارک سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی پیدا ہوگی اور رمضان کا مہینہ ہم سے اس حال میں رخصت ہوگا کہ وہ ہم سے راضی ہوگا اور ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بنے گا، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کے لیے بددعا کی جس سے یہ مہینہ ناراض ہو کر جائے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس پر آمین کہی۔

## فریضہ صوم کی حکمتیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت کا فریضہ صیام کو اہتمام کے ساتھ ایک وقت میں ادا کرنا، کمزور طبیعت والوں کے لیے بھی ہمت افزا، شوق انگیز اور فریضہ کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک عالم گیر روحانی ماحول اور ایک عمومی دینی فضا پیدا ہو جاتی ہے، جو قلوب و ارواح کے لیے موسم بہار کی سی تاثیر رکھتی ہے، جس میں تھوڑی توجہ سے ہر چیز میں نشوونما پیدا ہونے لگتا ہے۔ مسلمانوں کے اس روحانی فریضہ میں مشغول ہونے سے ملکوتی انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے اور عوام کے آئینہ دل پر انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔ مسلمان عالم کے جس گوشے میں بھی ہو، اس کو روزہ دارانہ فضا معلوم ہوتی ہے، جو اس سے خود ہی تقاضا کرتی ہے کہ وہ بھی روزہ دار ہو۔ مسلمان روزہ شکنی کر کے اپنے کو اس ماحول میں اجنبی اور ایک طرح کا مجرم سمجھتا ہے۔

۵- ان تمام حکمتوں کی بنا پر سال میں ایک پورا مہینہ روزہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ دوسری خصوصیات کے علاوہ جن کا ہمیں علم نہیں، رمضان کی تخصیص کی ایک کھلی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، اور روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے۔ قرآن چونکہ عالم غیب اور عالم روحانیت کی چیز ہے اور روزہ عالم مادی سے بہت حد تک آزادی، قلب و روح میں لطافت اور عالم غیب اور عالم روح سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر دیتا ہے، روزہ دار پر خدا کی صفات کا ایک پرتو اور اس کی شانِ صمدیت کا ایک اثر پیدا ہو جاتا ہے؛ اس لیے قرآن کے دل میں بسنے اور روح میں پیوست ہونے کا خاص موقع ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کے حصے کو مختلف طریقوں سے روزہ میں زیادہ سے زیادہ داخل کیا گیا اور یہی تراویح کی حکمت ہے۔

۱- روزہ صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے، اگر یہ وقفہ پورے دن سے کم ہوتا، تو اس کا کوئی خاص اثر شعور و طبیعت پر نہ پڑتا۔ زندگی میں ایسے اتفاق ہوتے رہتے ہیں کہ کئی کئی وقت کا کھانا ناغہ ہو جاتا ہے، اگر محض یہی ہو کہ دن میں صرف چند گھنٹوں کا روزہ رکھا جائے، تو اس کا کوئی خاص احساس اور اصلاحی اثر نہ پڑے گا۔ اور بہت سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا اپنے حساب سے ایک روز ذرا دیر سے کھانا کھایا۔

۲- یہ روزے رمضان کے تیس یا اسی دن رکھے جاتے ہیں، اس لیے کہ ایسے وقفے مسلسل ہوں، تاکہ ان کے نقوش دیر پا ہوں۔ ایک طویل وقفے سے یہ بہت زیادہ مفید ہے کہ متواتر متعدد دو متوسط درجے کے وقفے ہوں۔

۳- ان وقفوں کی تعداد کا تعین بھی ضروری ہے کہ اس کو مبہم اور غیر متعین چھوڑ دینے سے افراط و تفریط کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ بہت تھوڑے روزے رکھتے اور بہت سے لوگ بہت زیادہ روزے رکھتے۔ اور پھر جب یہ عالم گیر فریضہ ہے، اور تشریح عام مقصود ہے، تو اس میں انتخاب کا حق نہیں رہنا چاہیے تھا، کہ جو شخص جس مہینے میں چاہے روزے رکھے۔ اس سے عام طور پر حیلہ جوئی، عذر اور بے عملی کا دروازہ کھلتا ہے اور گریز کی راہ پیدا ہو جاتی ہے۔ احتساب اور باز پرس کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ وعظ و نصیحت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، جس شخص سے بھی کسی وقت اس بارے میں گفتگو کی جائے، وہ یہ کہہ کر منہ بند کر سکتا ہے کہ میرا معمول فلاں مہینہ میں ہے، اور اس کا کوئی جواب نہیں، اور اس طرح رفتہ رفتہ اس چیز کا رواج مٹ جائے گا۔

۴- ایک ہی وقت میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے



ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ کا زیادہ سے زیادہ موقع ملتا ہے۔ قلب و روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے۔ غرض وہ سارے مواقع بہم پہنچ جاتے ہیں، جو انسان کی روحانی ترقی اور اصلاح کے لیے ضروری اور مفید ہیں اور ہر شخص کو اپنی سطح کے مطابق ترقی ہوتی ہے۔

۸- رمضان کے روزہ کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اطاعت الہی کا ایک کھلا ہوا مظہر ہے۔ اس سے بڑھ کر اطاعت کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ نعمتوں کی موجودگی میں، اور ہر چیز کے استعمال کی قدرت کے باوجود، محض امتثالِ حکم کے لیے آدمی اپنے ہونٹوں پر قفل لگا لیتا ہے، یہ قفل اللہ کے حکم ہی سے کھلتا ہے اور اللہ کے حکم سے لگتا ہے، جب نہ کھانے کا حکم ہو اس وقت کھانا گناہ، اور جب کھانے کا حکم ہو جائے تو اس وقت تعمیلِ ارشاد میں دیر کرنا غلطی ہے۔ اسی لیے آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد افطار کرنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۹- روزہ میں جب وہ چیزیں بھی ممنوع ہو جاتی ہیں جو روزہ کے علاوہ ہمیشہ سے حلال و طیب ہیں، اور روزہ کے بعد ہمیشہ حلال و طیب رہیں گی، تو وہ چیزیں کیسے ممنوع نہ ہوں گی جو روزہ سے پہلے بھی حرام اور ممنوع تھیں اور روزہ کے بعد بھی حرام اور ممنوع ہوں گی، یعنی غیبت، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، بے حیائی، جھوٹ۔ روزہ کی روح یہ ہے کہ تمام گناہوں سے اجتناب اور نفرت پیدا ہو، اور روزہ کے درمیان میں ان سے مکمل اجتناب ہو۔ اگر صرف نہ کھانے پینے سے روزہ رہا اور تقویٰ نہ پیدا ہو تو ایک بے روح روزہ ہے جو صرف ڈھانچہ ہے، اس میں روح نہیں، اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ

يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ.“ (أبو داؤد: ۲۳۶۲)

(جس نے (روزہ میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ کو اس بات کی بالکل ضرورت نہیں کہ آدمی اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔)

۶- روزہ زندگی میں ایک ایسا محسوس فرق اور امتیاز پیدا کر دیتا ہے کہ بے حس سے بے حس انسان کو بھی اپنے سابقہ طرز زندگی، غفلت شعاری اور دنیاوی انہماک میں تخفیف کا طبعی تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ رمضان ایک مہمیز کا کام دیتا ہے، جو سوئی ہوئی طبیعتوں کو جگانے، بجھے ہوئے دلوں کو گرمانے، آتشِ محبت کو بھڑکانے اور دبی چنگاریوں کو ابھارنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔

جس طرح سے مادی طور پر رات دن کا اختلاف، ہر نئی صبح کا طلوع: انسان میں ایک شعور، ایک نئی آمادگی اور خالق کی طرف توجہ پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح روحانی طور پر رمضان کی سالانہ آمد، مسلمانوں کی بستیوں اور آبادیوں میں روحانیت کا احساس، دینی بیداری، اپنی کوتاہیوں پر ندامت، مجرموں میں اپنے جرائم پر ندامت اور خدا کی طرف ایک توجہ اور انابت پیدا کر دیتی ہے اور اگر مادیت نے قلب کو بالکل بے حس نہیں بنا دیا ہے تو صدہا آدمیوں کو توبہ اور اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے، رمضان سالانہ احتساب اور اپنی سابق زندگی کا جائزہ لینے کا ایک بہترین موقع ہے، ہر شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ اس نے گذشتہ رمضان سے اس رمضان تک کیسی زندگی گزاری ہے اور اس نے دینی حیثیت سے کہاں تک ترقی کی ہے؟

۷- رمضان ہر سال ہر شخص کو اپنی سطح سے ترقی دینے کے لیے آتا ہے، جو شخص جس سطح تک پہنچ گیا ہے، خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو، اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے۔ ہر شخص عمل، روحانیت، ذکر و عبادت، تعلق باللہ، اخلاص، جفاکشی و مجاہدہ، زہد و قناعت، ایثار، غمخواری اور مواساۃ کی جس منزل و مقام پر بھی ہے، ہر نیا رمضان اس کو اس سے آگے بڑھانے کے لیے اور زیادہ بلند منزل کا شوق دلانے کے لیے آتا ہے۔ رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے اجزاء، رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے کو ترقی دینے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ مادی موانع تقریباً دور ہو جاتے ہیں۔ ذکر و عبادت میں جذبہ مسابقت پیدا ہوتا ہے۔ اچھے دینداروں اور روزہ داروں کا ساتھ



﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

یعنی اگر سمجھاتے ہوئے بات بحث میں آجائے، بحث میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ دلائل میں آجائے اور مخاطب دلیل طلب کرے تو ایسے موقع کے لیے یہ رہنمائی فرمائی گئی کہ بحث کا جو بہتر سے بہتر طریقہ ہے وہ اختیار کرو۔

قرآن مجید کی اس رہنما آیت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب ہم اپنی بات دوسرے کے سامنے رکھیں تو موقع کی نزاکت کو سمجھ کر رکھیں اور اس انداز سے پیش کریں جس میں اس بات کا خاص لحاظ ہو کہ سننے والا ہماری بات کو کتنا سمجھ سکتا ہے اور ہماری کتنی بات اس کے دل میں اتر سکتی ہے، قرآن مجید کے اسلوب بیان سے ان باتوں کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، قرآن مجید نے انسانی سطح کا خاص خیال رکھا ہے اور اس میں بے شمار ایسی باتیں ہیں جن کو علمی دلائل سے بہت اچھی طرح سمجھایا جاسکتا تھا، لیکن ان کو اچھے اسلوب میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بلا تردد سمجھ سکتا ہے، اپنی وحدانیت کے اقرار کے لیے عام فہم انداز میں فرمایا گیا کہ ”آسمان کو دیکھو“ اور ”چاند ستاروں کو دیکھو“، اسی طرح توجہ دلائی گئی کہ کہکشاؤں وغیرہ کے نظام کو دیکھو، یہ غور کرو کہ ان سے تمام انسانوں کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے، پھر یہ سوچو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے اور جس نے پیدا کیا ہے اس نے کس طرح بنایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

معلوم ہوا ایسی باتیں جو معمولی سمجھ والے کو سمجھائی جاتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ سمجھا رہا ہے اور جو انتہائی اونچی بات اونچے درجہ سے وہ کہہ سکتا ہے، اس کے بجائے بہت آسان طریقہ اختیار کیا جس کو ہر شخص سمجھ سکے، معمولی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکے اور زیادہ سمجھ والا بھی سمجھ سکے، گویا اس طرح قرآن مجید نے ہماری تربیت بھی کر دی کہ ہم کو اپنے مخاطب سے کس انداز میں بات کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو نظر آتا ہے کہ خطاب کرنے کے عجیب عجیب انداز اختیار کیے گئے ہیں، نزول قرآن کے وقت قرآن مجید کے جو لوگ مخاطب تھے ان میں کافر بھی تھے، منافق بھی تھے،



## دینی دعوت کا قرآنی اسلوب

حضرت مولانا سید محمد نذیر الحسن ندوی مدظلہ

ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف طبقات ہیں، مختلف قومیں ہیں اور مختلف مذاہب ہیں، اس طرح اس ملک میں مختلف مزاج اور مختلف ذہنیتوں کے لوگ آباد ہیں، ایسے حساس ملک میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کی ذہنیت کو کس طرح تبدیل کیا جائے، اگر اس کا جواب ہم کتاب و سنت کی روشنی میں تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کے لیے حکمت کی ضرورت ہے، قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل: ۱۲۵)

(اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے

ذریعہ بلا تے رہیے اور اچھے طریقہ پر ان سے بحث کیجیے)

معلوم ہوا اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم دوسروں تک اچھی بات پہنچاؤ، لیکن حکمت کے ساتھ موقع محل کو سمجھتے ہوئے پہنچاؤ، حکمت کا مطلب یہی ہے کہ موقع کا جو تقاضا ہے اس کا لحاظ کیا جائے، یہ سمجھا جائے کہ اس موقع پر کتنی بات کہی جاسکتی ہے اور کب کہی جاسکتی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿وَالْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ﴾ یعنی اچھے انداز میں سمجھاؤ، ”موعظہ“ کا لفظ نصیحت کرنے کے لیے آتا ہے یعنی اچھے انداز میں نصیحت کرنا، لیکن اس کے ساتھ مزید ”حسنہ“ کا لفظ آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نصیحت ہی مقصود نہیں ہے، ورنہ نصیحت تو خود اچھے انداز میں کہنے کا نام ہے، اس کے ساتھ ”حسنہ“ کی مزید تاکید کا مطلب ہے کہ اچھے سے اچھے انداز میں سمجھاؤ، یعنی صرف سمجھاؤ نہیں بلکہ بہت اچھے انداز میں سمجھاؤ، گویا پہلے حکمت کہا گیا اس کے بعد مزید ”حسنہ“ کہہ کر یہ بتایا گیا کہ بہت اچھے انداز میں سمجھاؤ، اس کے بعد فرمایا کہ





اسلام ہوئی اور نہ ہی کسی کی انتھک محنت سے، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد وہ تھی جو صرف قرآن مجید سن کر اتنا متاثر ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو اسلام میں لائے بغیر نہ رہ سکی، اسی طرح ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو صرف حضور کے روئے انور کو دیکھتے ہی مسلمان ہو گئی، متعدد بار ایسا ہوتا تھا کہ آدمی دشمن بن کر آیا اور آپ کے منہ سے دو لفظ سنے تو دوست بن کر واپس ہوا، یعنی آیا قتل کے ارادہ سے تھا مگر جب وہاں پہنچا اور آواز دی، آپ ﷺ باہر نکلے اور پوچھا کیسے آئے؟ تو جس لہجہ میں آپ نے پوچھا کہ کیسے آئے، اسی لہجہ اس کا دل بدل گیا، وہ طبعی طور پر یہ سوچنے کے لیے مجبور ہو گیا کہ ہم تو دشمن بن کر آئے ہیں اور یہ ہم سے اس طرح محبت سے بات کر رہے ہیں، یہ تو اس طرح بات کر رہے ہیں جیسے اپنے کسی عزیز سے بات کر رہے ہوں، لہذا ان کے ساتھ ہم کسی صورت دشمنی نہیں کر سکتے، بعض روایات میں آتا ہے کہ کسی نے آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھ کر کہا: واللہ! یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اللہ نے انسان کے چہرہ میں یہ ایک بڑی خصوصیت رکھی ہے کہ چہرہ انسان کے افکار کا آئینہ ہوتا ہے، آدمی کے اندر کی کیفیت اس کے چہرہ پر آ جاتی ہے، اگر وہ غصہ کی حالت میں ہوگا تو اس کا چہرہ بتا دے گا کہ غصہ کی حالت میں ہے، اگر وہ رنج کی حالت میں ہوگا تو چہرہ بتا دے گا کہ رنج کی حالت میں ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی آدمی فریفتہ ہو جاتا تھا کیونکہ وہ سمجھ جاتا تھا کہ آپ کا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ آپ بڑی محبت والے ہیں اور بڑے ہمدرد ہیں، لہذا ہم ان سے دشمنی کیسے کر سکتے ہیں؟ اسی لیے اگر یہ کہا جائے کہ آدھے صحابہ وہ ہیں جو آپ کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور آدھے صحابہ وہ ہیں جو قرآن مجید کو سن کر داخل اسلام ہوئے ہیں تو غلط نہ ہوگا، صحابہ کرام میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ اس نے قرآن کی چند آیتیں سنیں اور وہ اثر کر گئیں، اس لیے کہ یہ آیات سیدھے دل پر جا کر لگتی تھیں، دل پر چوٹ نہیں لگاتی تھیں بلکہ ان میں محبت کا انداز ہوتا تھا جو دل کو کھینچ لیتی تھیں۔

یہودی بھی تھے، عیسائی بھی تھے اور عربوں کے مختلف طبقات بھی تھے، جن میں فرقہ وارانہ انداز تھا، لیکن قرآن مجید نے ان سب کا لحاظ رکھا ہے، کہیں پر صرف یہودیوں کے ذہن کے مطابق بات کہی، کہیں عیسائیوں کے ذہن کے مطابق بات کہی، کہیں کہیں منافقوں اور کہیں کافروں کے لحاظ سے بات کہی، یعنی جگہ جگہ قرآن مجید نے اپنا طریقہ بدلا ہے اور وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو مخاطب سمجھ سکے، مشرکین کے متعلق آتا ہے کہ آپ ان پر زور زبردستی نہ کیجئے، ایسا نہ ہو کہ ان کو اچھے انداز سے دعوت دیتے ہوئے ان کے جو معبود ہیں، جن کو وہ پکارتے ہیں، جن سے وہ اپنی مرادیں مانگتے ہیں، آپ انہی کو اول مرحلہ میں برا کہہ دیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ اگر ان کو برا کہو گے تو اس کا رد عمل یہ ہوگا کہ وہ تمہارے خدا کو برا کہیں گے، اسی لیے صاف صاف حکم قرآنی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الأنعام: ۱۰۸)

(اور جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں تم ان کو برا بھلا مت کہو کہ وہ نا سبھی میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں) یعنی جو لوگ شرک کر رہے ہیں، مالک حقیقی کے علاوہ کو اپنا خدا مان رہے ہیں، ان کو بھی برا نہ کہا جائے ورنہ وہ بھی ہمارے خدا کو برا کہیں گے اور اسی طرح ان پر کسی قسم کا کوئی جبر نہ کیا جائے، کیونکہ اسلام کے معاملہ میں غیر مسلم پر جبر کرنا منع ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

یعنی دین کے معاملہ میں کسی پر زبردستی نہیں ہے، اگر مخاطب مانتا ہے تو مانے نہیں مانتا تو نہ مانے، ہم اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتے، غرض کہ دین اسلام میں دعوت کا یہ ایسا طریقہ بتایا گیا ہے جس سے زیادہ مفید طریقہ نہیں ہو سکتا ہے۔

دعوت کا ایک خاموش طریقہ یہ ہے کہ انسان کا کردار و گفتار بذات خود باعث کشش ہو، قرن اول میں اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو نہ کسی کے زور زبردستی سے حلقہ بگوش

لیکن آج اس ترقی یافتہ دنیا میں ہم نے اپنا مقام سب سے پیچھے رکھا ہے، ہم مادہ پرست قوموں کے غلام بن کر زندگی گزارنے میں فخر محسوس کرنے لگے ہیں، ہم اس خالص مادہ پرست تہذیب کی تقلید اور خوشہ چینی کو ترقی اور تمدن کی علامت سمجھنے لگے ہیں، ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے ان قوموں کی اتباع و تقلید وقت کا ایک اہم ترین فریضہ ہے اور مصلحت کا تقاضا ہے۔

اسی طرز عمل کا انجام ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیمات و شعائر اور اس کی روح سے بالکل کٹ چکا ہے اور اس نے وہ کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے جو وقت کی سب سے ذلیل و کمزور اور پست ہمت قوم ادا کرتی ہے اور جو قوم قیادت و امامت کا خداداد منصب لے کر آتی تھی، وہی آج اپنے زمانہ کی پیرو اور مقلد ہے۔

لیکن اس بگڑی ہوئی دنیا اور ترقی کے آخری نقطہ تک پہنچی ہوئی اس تہذیب کے دھاروں میں ایک طبقہ وہ بھی موجود ہے جو ہر حال میں اسلامی نظام کو قابل عمل اور اسی کو انسانیت کے سارے دکھ درد کا علاج تصور کرتا ہے، وہ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ان تمام تدبیروں اور وسائل کو بروئے کار لاتا ہے جن کی اسلام اجازت دیتا ہے اور اس کے لیے ہمت افزائی کرتا ہے۔

یہ ان داعیوں اور داعیانہ جذبہ رکھنے والے ان افراد کا طبقہ ہے جو اسلام کی صحیح فہم اور اس کے صحیح منشا و مراد سے واقف ہے، وہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا کا سارا بگاڑ ساری خرابیاں اور ہر طرح کی برائیوں اور فسادات کا سرچشمہ مذہب سے بے تعلقی ہے اور اس خدا بیزار تہذیب کا نتیجہ ہے جو آج ساری دنیا پر مسلط ہے۔

یہ پر جوش اور ایمان و عمل کے جذبہ سے لبریز وہ افراد ہیں جو اسلام کی حقانیت اس کی ابدیت اس کی ہمہ گیری اور اس کے بلند تصورات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں، جو منکر کو دیکھ کر خوش نہیں رہ سکتے، جو گناہوں کو فروغ پاتے ہوئے دیکھ کر تغافل نہیں برت سکتے، جن کی آخری تمنا اسلام کی سر بلندی ہے اور وہ ہر مرض کا علاج اسلام اور صرف اسلام کو سمجھتے ہیں۔

## امت کی زبوں حالی اور داعیانِ حق

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ

امت اسلامیہ آج جس نازک دور سے گزر رہی ہے، وہ اس امت کی تاریخ میں بہت اہم اور تشویش ناک مرحلہ ہے، مسلمان جہاں بھی پائے جاتے ہیں خواہ وہ عالم اسلام ہو یا غیر اسلامی ممالک، ہر جگہ وہ من حیث القوم کمزور، پس ماندہ، مظلوم اور زخم خوردہ ہیں، ان کی حالت اس شکست خوردہ فوج کی سی ہے جو میدان جنگ سے پسپا ہو کر لوٹے اور ہمیشہ کے لیے اس پر ذلت و کمتری کا احساس مسلط ہو جائے، جس ملک کو آپ چاہیں دیکھ لیں اور جس علاقہ پر چاہیں نظر دوڑالیں، سب سے کمزور اور مغلوب صرف مسلمانوں کا طبقہ ملے گا۔

اگرچہ بعض مسلم ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمان بظاہر خوش حال، غالب اور طاقتور ہیں، لیکن اندرونی طور پر وہ بھی ذہنی غلامی، احساس کمتری میں مبتلا ہیں، وہ باطنی حیثیت سے بالکل شکست خوردہ اور مرعوب ہیں، ان پر دوسری ترقی یافتہ قوموں کے افکار و نظریات کا ایسا غلبہ ہے کہ وہ زبان حال سے اسلام کو ایک بوسیدہ مذہب، ایک رجعت پسندانہ نظریہ اور ایک کرم خوردہ نظام تصور کرتے ہیں۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے اگرچہ بہت سے غم گساران ملت اور ہمدردان امت اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کوشش کر رہے ہیں اور تمام اسلامی اور دینی جماعتیں ان ناخوشگوار حالات کو محسوس کر رہی ہیں اور ان کو بدلنے کے لیے جدوجہد میں مصروف ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس امت کی تاریخ کا وہ نازک ترین مرحلہ ہے جس سے گزرنے کے لیے ہماری یہ تمام کوششیں اسی وقت بار آور ہو سکتی ہیں، جب ہم کمتری، مغلوبیت اور مظلومیت کا احساس ختم کر کے اپنے آپ کو اس منصب امامت و قیادت کا اہل نہ بنا لیں جو ہمارے اور صرف ہمارے لیے مخصوص ہے، جب ہم صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ بن کر اس خلافت کی ذمہ داری کا احساس کر لیں۔



# گناہوں کی ندامت سے جو دو آنسو پٹکتے ہیں

مولانا شمس الحق ندوی

بعد بھی رحمت خداوندی اس کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ درویش کم مانہ نے جرم کی سنگینی کو دیکھ کر جواب دیا کہ تمہاری نجات و بخشش کی کوئی صورت نہیں، جب یہاں سے بھی مایوس ہوا تو سوچا کہ جب یہ نہیں تو ننانوے مقتولوں میں ایک کا اضافہ کر کے سو پورے ہی کر دوں، بس اس خیال کا آنا تھا کہ چشم زدن میں ان بزرگ کا بھی کام تمام کر دیا اور چلتا بنا، مگر اس کا ضمیر چونکہ اب بیدار ہو چکا تھا، اس لیے فکر تھی کہ کوئی سہارا ملے، قسمت نے یاوری کی، چلتے چلتے پھر کسی انجانے سے مٹ بھیڑ ہو گئی اور اس سے بھی وہی اپنا مقصود کہہ گزرا، اس بھلے مانس نے ایک مبارک اور خدا ترسوں کی بستی کا پتہ دیتے ہوئے بتایا کہ وہاں ایک بزرگ رہتے ہیں تم ان سے ملو اور کچھ دن اس بستی میں گزارو۔ اس اجنبی کی بات نے ایک بار پھر اس کے اندر امید کی ایک دوڑ دوڑادی اور یہ اس قریہ صالحہ کی طرف چل پڑا، مگر کاتب تقدیر کا ازلی فیصلہ کچھ اور ہی ہو چکا تھا۔

بستی تک پہنچنا تو درکنار ابھی آدھی مسافت بھی طے نہ ہوئی تھی کہ شمع حیات جھلملانے لگی، تاخیر بس اس میں ہو رہی تھی کہ صلحائے امت اور نیکوکار لوگوں کی روح نکالنے والے اور شرار امت و بدکردار لوگوں کی روح قبض کرنے والے دونوں فرشتوں میں بحث شروع ہو گئی تھی، سعید روحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ مصر تھا کہ میں روح نکالوں گا، اس لیے کہ اس کی مخلصانہ نیت و ارادے اور توبہ کے جذبہ نے ماضی کی سیاہیوں کو دھو دیا اور بدر روحوں کے قبض کرنے والے فرشتہ کی ضد تھی کہ نہیں! اس کے اعمال اس قابل ہیں کہ میں اس کی روح قبض کروں، جب بات بڑھی تو ایک تیسرے فرشتہ نے حکم کا فرض انجام دیتے ہوئے فیصلہ کیا کہ جدھر سے آ رہا ہے اور جس نیک بستی کی طرف جا رہا ہے، دونوں کی مسافت ناپ لی جائے، اگر بستی

زندگی کی وہ ساعت بڑی مبارک تھی جب اس نے عمر عزیز کے بیٹے ہوئے دنوں کا جائزہ لینا شروع کیا، اپنے سیاہ اعمال نامہ پر غور کرنا شروع کیا، تو روشنی کی کوئی کرن نہ نظر آئی، امید کی کوئی ایسی بھی چنگاری تو دکھائی دی جو بیاباں کی شب تاریک میں کر مک شب تاب کا ہی درجہ رکھتی ہو، اب وہ ساعت آچکی تھی کہ وہ آج کے بعد کل اور اس فانی زندگی کے بعد باقی رہنے والی زندگی کے بارے میں غور کرے، پر یوں ہی ہوا، وہ یاس و ناامیدی کے اتھاہ سمندر میں غوطے کھانے لگا، دل کی تڑپ و بے چینی بڑھی اور کھویا کھویا سا کسی ایسے راہبر کی تلاش میں چلا جو راہ نجات پتہ دے، دل کی بے تابی بڑھی اور بڑھتی ہی گئی، وہ اس کیف میں بے سوچے سمجھے ایک سمت غیر متعین کی طرف چل رہا تھا کہ ایک بے جانی پہچانی صورت نظر آئی، بے اختیار زبان کھل گئی، کہا: کیا میری توبہ کی بھی کوئی گنجائش ہے؟ کوئی ہے ایسا جو میری دست گیری کرے اور ڈوبتی کشتی کو ساحل سے ہم کنار کرے، مخاطب نے جواب دیا: ہاں! فلاں گاؤں میں ایک خدا ترس اور بزرگ شخص رہتے ہیں، تم ان سے ملو، بہت ممکن ہے کہ وہ تمہارے درد کا درماں ثابت ہوں، یہی ایک دو باتیں ہوئی تھیں کہ وہ اس گاؤں کے رخ پر قدم بڑھانے لگا، جدھر امید کی ایک دھندلی سی کرن دکھائی تھی، سرخ سرخ آنکھیں، بھیا تک سی صورت جسے دیکھ کر آدمی ڈر جائے اور اس کے حالات زندگی سے واقف نہ جانے کتنوں کے تو اوسان خطا کر جاتے ہوں گے، جب وہ اسے دیکھتے ہوں گے۔

یہ ان درویش صفت بزرگ کے پاس پہنچا، جن سے کچھ امیدیں باندھ کر چلا تھا، جھجکتا و جھینپتا، لرزاں و ترساں ان سے اپنی داستان حیات سنان کے بعد پوچھا کہ کیا اس کے بعد بھی میری نجات و مغفرت کی کوئی صورت ہے؟ اعمال نامہ کی اتنی سیاہی کے



عالم میں جب کہ وہ صحراء میں بھوکا، پیاسا، سایہ لے رہا ہو، بھوک و پیاس سے بے تاب ہو، اسی میں اس کی سواری بھی بھاگ جائے تو کیا کچھ نہ گزرے گی، وہ زندگی سے مایوس بیٹھا بیٹھا سو جائے، پھر آنکھ کھلے تو سواری کو سامنے پا کر اس کو بے پناہ مسرت ہوگی، اللہ تعالیٰ کو بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے اور وہ اپنے بندوں سے راضی ہوتا ہے۔

رمضان کا یہ مبارک مہینہ جو خالص عبادت و ریاضت بلکہ عبادت کے موسم بہار کا زمانہ ہے، اس میں ہم جتنا بھی توبہ و استغفار کر لیں اور اپنے رب سے مانگ لیں کم ہے، وہ کریم اور غفار ہے، معاف کرے گا۔

تلاطم ڈال دیتے ہیں خدا کی بحرِ رحمت میں  
گناہوں کی ندامت سے جو دو آنسو ٹپکتے ہیں

## سب سے محبوب و معتبر مسلمان

• پروفیسر رشید احمد صدیقی

”ہمارا مذہب ہماری زندگی کے تمام کھلے چھپے چھوٹے بڑے امور پر حاوی ہے، ہم اس کے اوامر و نواہی سے کسی حال میں باہر نہیں ہو سکتے۔ مذہب اور اخلاق کے فوائد و فضائل مذہب و اخلاق کے احکام کو خوشی اور فخر سے بجالانے میں ہے، اپنے نفس یا نفع کی خاطر ان میں چور دروازے ڈھونڈنے یا بنانے میں ہرگز نہیں ہے، جہاں فرائض کا سوال ہو، وہاں فوائد کے پہلو تلاش کرنا مذہب، معاشرہ، حکومت، انسانیت سب سے غداری ہے، مسلمان کی زندگی فرائض کی زندگی ہے فوائد کی نہیں، مسلمان کے لیے آسائش نہیں آزمائش تقدیر ہو چکی ہے، مذہب، تعلیم اور اخلاق کے رو سے میرے نزدیک وہ مسلمان مرد و عورت، جوان بوڑھا، امیر غریب سب سے محبوب و معتبر ہے، جس کے اعمال کو دیکھ کر دوسرے مذہب و مسلک کے پیرو یہ کہیں: کاش! یہ ہمارا ہوتا یا ہم اس کے ہوتے۔“

(بشکر یہ تعمیر حیات: ۲۵/ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

سے قریب ہے جہاں کے ارادے سے نکلا ہے تو سعید روحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ اس کی روح قبض کرے اور اگر اس کے برخلاف ہے تو بد روحوں کو قبض کرنے والا فرشتہ اس کی روح قبض کرے، کہتے ہیں کہ جب مسافت ناپی گئی تو یہ نیکیوں کی بستی سے صرف ایک بالشت قریب تھا، یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ یہ قریب تو دراصل اسی بستی سے تھا جدھر سے چلا تھا، مگر اس کے جذبہ ندامت و احساس کی بیداری پر رحمت خداوندی کو جوش آیا اور خدائی فرمان کے مطابق کہ جب میرا بندہ میری طرف چلا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دس بالشت قریب ہوتا ہوں، زمین کو حکم ہوا کہ سمٹ جائے اور یہ قریب صالحہ سے قریب ہو جائے، چنانچہ اس کی روح فرشتہ رحمت ہی نے قبض کی اور گو وہ ابھی توبہ نہ کر سکا تھا مگر اس اصول پر کہ ”اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے“ یہ خالص نیت کے ساتھ توبہ کے لیے نکلا تھا، اس لیے رحمت خداوندی نے بڑھ کر اس کو اپنے سائے میں لے لیا اور کیوں نہ ہو خدا کی وہ ذات پاک جو ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق و مہربان ہے اور جس کا یہ اعلان ہے کہ ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾ (اے میرے وہ بندو جن سے بھول چوک میں خطائیں ہو گئی ہیں تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو) ﴿أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے)

یہ واقعہ جو ایک خاص انداز میں بیان کیا گیا کوئی افسانہ اور خود ساختہ کہانی نہیں ہے، بلکہ حدیث پاک میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے، خود اللہ کے نبی ﷺ نے اس واقعہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا، گوشت پوست کا بنا ہوا یہ انسان بھول چوک تو اس سے ہوتی ہی مگر جب وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا، روتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے، تو رحمت الہی پوری طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ان کا فرمان ہے کہ میں بندہ کی توبہ سے اس سے بھی کہیں زیادہ خوش ہوتا ہوں جتنا کہ کوئی بندہ انتہائی مایوسی کے

## فریضہ صوم کا تقاضا



مولانا عبداللہ حسنی ندویؒ

تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ اگر بندوں پر کوئی حکم فرض نہ کیا جائے، تو محض تعلیم سے اس کے بندے سست روی بھی اختیار کریں گے، لیکن جب کسی چیز کو فرض قرار دے دیا گیا تو ادائیگی لازم ہو جائے گی، اسی لیے رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا گیا، البتہ اس کے علاوہ فرما دیا گیا کہ اگر کوئی مزید روحانیت میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھ سکتا ہے، محرم میں دو روزے رکھ سکتا ہے اور شوال کے چھ روزہ رکھ سکتا ہے، جس پر بہت ثواب بھی رکھا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر ”صیام داؤدی“ بتائے گئے کہ ایک دن روزہ رکھا جائے اور ایک دن نہ رکھا جائے، جس پر اگر کوئی شخص پابندی کر لے تو اس کے ثواب کی انتہاء ہی نہیں ہے۔

عربی میں ”صوم“ کا لفظ ان گھوڑوں کے لیے بولا جاتا ہے جو دوڑ میں مقابلہ کے لیے لائے جائیں اور ان کو سدھانے کے لیے کچھ روز تک ان کا کھانا بند کر دیا جائے، تاکہ وہ اچھی طرح سے دوڑ کے لیے تیار ہو جائیں، لیکن چند دنوں کے بعد ان کو بتدریج کچھ غذا دیتے ہیں، تاکہ ان گھوڑوں کے مقابلہ میں جو کھاتے پیتے ہیں یہ گھوڑے آگے نکل جائیں، لہذا ایسے گھوڑوں کو عربی میں ”الفرس الصائمة“ کہا جاتا ہے یعنی روزے دار گھوڑے۔

اسی طرح ہمارے لیے بھی یہ روزے جن کو عربی میں ”صوم“ کہا جاتا ہے، ہماری روحانی زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیئے ہیں، یعنی اگر ہم چند گھنٹے کے لیے کچھ دنوں کو اپنے کھانے پینے اور دوسری چیزوں سے باز رہیں تو ہم روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیں گے اور روحانیت کے میدان میں تیز رفتار کے ساتھ دوڑ لگالیں گے، لیکن اس کے لیے ضروری یہ ہے کہ ہمارے اوپر زیادہ بوجھ نہ ہو، کیونکہ انسان جب دوڑ لگاتا ہے تو

اگر کوئی شخص اللہ کا زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ روزہ کا سہارا لے کر اللہ تعالیٰ کا تقرب باسانی حاصل کر سکتا ہے، اس لیے کہ روزہ تقرب الہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، جو اس امت کو دنیا کی دوسری قوموں سے آگے بڑھنے کے لیے نعمت کے بطور عطا فرمایا گیا، کیونکہ دنیا میں جو پہلی قومیں گزری ہیں ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اور اسی لیے ان کے اعمال بھی زیادہ ہوتے تھے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اسی اسی سال اس طرح گزارے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی انہوں نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اسی لیے ان لوگوں کے اعمال کو دیکھ کر صحابہ کرام کو رشک آیا کہ وہ تو بہت آگے چلے جائیں گے اور چونکہ ہماری عمریں بھی اتنی زیادہ نہیں ہوں گی تو ہم وہاں تک پہنچ نہیں سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی عمروں کو کم ہونے کے باوجود بھی کم اعمال پر زیادہ ثواب دینے کا وعدہ فرما دیا اور سابقہ امم کے بزرگان دین کے وہ اعمال جو انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کیے تھے، اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو انہی اعمال پر ملنے والے ثواب کا وعدہ ایک ہی رات ”لیلۃ القدر“ میں دینے کا وعدہ فرما دیا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا، جس میں ایک فرض کے ادا کرنے کے ثواب کو ستر (۷۰) فرائض کے برابر قرار دیا گیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خاص طور پر کچھ مزید ایسے نسخے بھی دیئے جن کو اگر کوئی استعمال کر لے تو روحانی اعتبار سے اس کو بلند مقام حاصل ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مالک حقیقی ہے اور اس کو سب کچھ اختیار ہے کہ جس کو جس قدر چاہے اتنا ہی نواز دے۔

رمضان کا روزہ اللہ نے اس لیے بھی فرض کیا ہے کیونکہ اللہ



پوری نے ایک دن عرض کیا: حضرت! اس طرح تو بہت کمزوری آجائے گی۔ حضرت نے جواب دیا: عبدالقادر! حقیقت تو یہ ہے کہ اس حال میں مجھ کو جنت کا مزہ آرہا ہے۔ معلوم ہوا اصلی روزہ کی لذت اگر کسی کو نصیب ہو جائے تو اس کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ محسوس ہوگا، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ انسان بری بات کہنے، جھوٹ بولنے اور زبان کے غلط استعمال سے بھی محفوظ رہے گا۔

روزہ انسان کو روحانی اعتبار سے آگے بڑھانے کا بہترین ذریعہ ہے اور انسان کو گناہوں کے بوجھ سے ہلکا کرنے کا بہترین نسخہ ہے، کیونکہ بقیہ فرائض کی ادائیگی میں عموماً لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے، لیکن روزہ ایسی چیز ہے کہ اس کی ادائیگی کا سوائے اللہ کے کسی کو علم نہیں ہوتا ہے، اس لیے کہ جب انسان وضو کرتا ہے تو اگر چپکے سے تھوڑا سا پانی بھی پی لے، تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس نے پانی پیا ہے، لیکن بندہ ایسی غلط حرکت نہیں کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اس سے اونچی بات کچھ نہیں ہو سکتی، مالک خود کہہ رہا ہے کہ ہر چیز کا بدلہ تو ناپ تول کر دیا جائے گا، لیکن جب روزہ کا نمبر آئے گا تو اس کا بدلہ میں خود اپنے اعتبار سے دوں گا۔

روزہ دار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ اللہ کو اس کے منہ کی بومشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ یہ بھی محبت کی بات ہے، جس کو جس سے محبت ہوتی ہے، تو اس کے اندر بدبو بھی نہیں آتی۔

روزہ دار کو اپنی زبان کی حفاظت خاص طور سے کرنا ضروری ہے، لیکن آج کل روزہ کی حالت میں بھی جھوٹ، غیبت اور گالی گلوچ جاری رہتا ہے، ظاہر ہے ایسے روزہ کا اللہ کے یہاں کوئی اجر ملنے والا نہیں ہے، اسی لیے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے روزہ کو روزہ بنائیں تو ان تمام باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا، ورنہ رمضان ہو یا کوئی بھی مہینہ ہو انسان کو کچھ بھی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص صحیح نیت کے ساتھ ان تمام باتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اجر کی لالچ میں روزہ رکھے تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

سارے سامان کو یہاں تک کہ اپنے ضروری کپڑوں کے سوا ہر چیز کنارہ رکھ دیتا ہے، تاکہ صحیح طرح سے دوڑ سکے، لہذا اسی طرح ہم کو روحانیت کے میدان میں دوڑنے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ ہم اپنے گناہوں کا بوجھ اتار دیں، تاکہ دوڑنے میں آسانی ہو سکے، اسی لیے روزہ کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس کا مقصد متقی بنانا ہے اور تقویٰ کا فائدہ یہی ہے کہ وہ گناہوں کو ہٹاتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے روزے کو آسان کرنے کے لیے جو اسباب ہو سکتے تھے ان کو مہیا فرمادیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے، اس لیے ایسے اسباب بھی رکھ دیئے ہیں تاکہ جو سنت کے متبعین ہیں ان کو روزہ رکھنے میں پریشانی نہ ہو، لہذا جتنی چیزیں رخنہ ڈالنے والی ہیں ان سب چیزوں کو روزہ میں بند کر دیا گیا یعنی جو سرکش شیاطین ہیں ان کو قید کر دیا گیا۔ شیطان اس طور پر باندھ دیئے جاتے ہیں کہ وہ روزہ داروں کو نقصان نہیں پہنچا پاتے، اس کے علاوہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ دروازوں کے کھول دیئے جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جنت سے ایک خاص قسم کی ہوا آنے لگتی ہے جس کی کیفیت اگرچہ ہر شخص محسوس نہیں کرتا لیکن جو اہل اللہ ہیں وہ ضرور محسوس کرتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں پر اس کے جو برے اثرات پڑ رہے ہوتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں۔

جس طرح مسجد میں Exhaust fan یا A.C. لگنے سے انسان کو جس سے راحت محسوس ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ تعداد میں یہ لگے ہوتے ہیں اسی قدر راحت محسوس ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جنت کی خوشگوار ہوا پانے کا معاملہ ہے کہ انسان جس قدر اپنا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اس کو اسی قدر قلبی راحت کا مزہ حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے متعلق آتا ہے کہ آپ پورے رمضان کچھ نہیں کھاتے تھے، بلکہ بمشکل ایک یا آدھی پیالی چائے پیتے تھے، ان کے خلیفہ وجائشیں حضرت عبدالقادر رائے



کے اندر طاقت پیدا فرمادیتے ہیں اور یہی تقویٰ کی بات ہے۔

### باطنی تقویٰ کی اہمیت:

تقویٰ ظاہر میں بھی ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو تقویٰ اندر کی ایک صفت ہے جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا، ارشادِ الہی ہے: ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ (الحج: ۳۷) (اللہ کو ان کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا، ہاں اس کو تو تمہارے (دل) کا تقویٰ پہنچتا ہے)

اس آیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ظاہری کاموں کی نوعیت کیا ہے؟ بڑے بڑے دعوت کا کام کرنے والے اور ظاہری طور پر دین کا کام کرنے والے، جن سے بعض مرتبہ بڑا فائدہ بھی پہنچ رہا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ لوگوں کو دھوکہ ہونے لگتا ہے اور خود کام کرنے والوں کو دھوکہ ہوتا ہے، ان کو بھی اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے کاموں کا مقصد کیا ہے؟ ہمارے کاموں میں ہماری نیت کیا ہے اور اس میں ہمارے دل کی کیفیت کیا ہے؟ اگر خدا نخواستہ ان کے ذریعہ ہمیں اپنا نام چاہیے، اپنی شہرت چاہیے، جیسا کہ ایک مزاج بنا چلا جا رہا ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے اور ہماری نیتوں کو درست کرے۔ تو ہمارے یہ کام بالکل بے سود ہیں، بخاری شریف کی ایک روایت ایسی ہے جس سے روٹے کھڑے ہو جائیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر“ (صحیح البخاری: ۳۰۶۲) (اللہ دین کی تقویت ایسے شخص سے بھی فرمادیتا ہے جو فاسق و فاجر ہو)

معلوم ہوا کہ اگر کسی سے دین کا کام ہو رہا ہے، تو یہ اصلاً قبولیت کی دلیل نہیں ہے، قبولیت کی دلیل اللہ کی رضا، اللہ کے دین کا فہم اور اس کو اپنی زندگی میں پوری طرح سے نافذ کرنا، اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانا اور ہماری جو اصل بنیادی ذمہ داری ہے اس کو ادا کرنا ہے، ہم نے ساری دنیا کو صحیح راستہ بتایا، لیکن خدا نخواستہ ہم خود صحیح راستہ پر نہ چلے اور ساری دنیا جنت میں چلی گئی اور ہمارے بارے میں خدا نخواستہ جہنم

## تقویٰ کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

### صحابہ کرام کا تقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی بات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے لازم کر دی ہے، وہ حضرات تقویٰ کے مقام کے لیے سب سے بڑھ کر مستحق ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بلند مقام عطا فرمایا تھا وہ اسی تقویٰ کی بات تھی، اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو بعض مرتبہ ایسا لگتا ہے کہ ان کے بعد میں آنے والے لوگوں نے ان سے زیادہ نیک اعمال کیے ہیں، لیکن مسئلہ تنہا اعمال کا نہیں ہے بلکہ اعمال کے اندر جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اصل وہ کیفیت مطلوب ہے، جس کے نتیجے میں اللہ کے یہاں قبولیت کا فیصلہ ہوتا ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے صحابہ کی اسی کیفیت کو بتایا ہے:

”لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه.“ (صحیح البخاری: ۳۶۷۳)

(اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر خرچ کر دے تب بھی وہ کسی صحابی کے ایک یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا)

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا چھوٹا اور بہت معمولی دیا ہوا صدقہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، ان کا انتہائی معمولی کام بھی بعد میں آنے والوں کے بڑے بڑے کاموں پر بھاری ہے، خواہ بعد میں آنے والوں کے کام کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہو جائیں، لیکن وہ صحابہ کے کاموں کو نہیں پہنچ سکتے جو دیکھنے میں بہت معمولی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کاموں کی قبولیت صرف ظاہری طور پر نہیں ہوتی، بلکہ بنیادی طور پر اس کا اصل معیار اندر کی کیفیت نیز اخلاص اور رضائے الہی کی نیت ہے، آدمی جب اللہ کی ذات پر یقین کرتے ہوئے آخرت کے ثواب کی لالچ میں کام کرتا ہے تو اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ اس کام



کا فیصلہ ہوا تو ہمیں کیا ملا؟

### باطنی کیفیت پر توجہ کی ضرورت:

تقویٰ کی اندرونی کیفیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، دین کے بڑے بڑے کام کرنے والے، بڑے بڑے مدارس قائم کرنے والے، دنیا میں تبلیغ کا کام کرنے والے، بڑی بڑی تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے، ظاہری طور پر اپنا پورا مال اللہ کے راستہ میں دے دینے والے اور اس کے علاوہ جو بڑے بڑے کام کرنے والے ہیں، اس طرح کے لوگوں کے بارے میں حدیث میں سخت الفاظ آتے ہیں کہ قیامت میں ان سب کو جمع کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم یہ جو دنیا میں کام کر رہے تھے تو تمہارے اس کام کا مقصد کیا تھا؟ تم اللہ کے لیے کر رہے تھے یا اور کوئی مقصد تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے لوگوں کو اللہ کے لیے بتایا، پڑھایا اور سکھایا، تو اللہ کہے گا کہ تم نے تو یہ سب اس لیے کیا تا کہ لوگ تمہیں قاری و علامہ کہیں، بڑا عالم کہیں، سو تمہیں دنیا میں کہا جا چکا، حدیث میں آتا ہے کہ ایسے شخص کو منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جو راہ خدا میں شہید ہوا ہو، اللہ اس سے کہیں گے کہ میں نے تجھے قوت دی تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے وہ قوت تیرے راستہ میں قربان کر دی، اللہ فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اس لیے جان دی تھی کہ لوگ تجھے شہید کہیں، بہادر و غازی کہیں اور یہ سب کچھ دنیا میں ہو چکا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص لایا جائے گا جس کو بڑا مال ملا ہوگا، اللہ کہے گا کہ میں نے تجھے ساری دنیا کے مال دیے، تو نے ان کا کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں تیرے لیے خرچ نہ کیا ہو، اللہ فرمائے گا کہ تو نے اس لیے خرچ کیا کہ لوگ تجھے صاحب خیر کہیں، مخیر کہیں اور ایسا ہی ہوا کہ دنیا میں تجھے سنی کہا جا چکا، پھر اس کو بھی منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ظاہری اعمال قبولیت کی بنیاد نہیں اور نہ ہی یہ اعمال اللہ کے قرب و رضا کی بنیاد ہیں، بلکہ اللہ

کے قرب و رضا کی اصل بنیاد دل کی کیفیت اور دل کا تقویٰ ہے جس کو اللہ کی رضا اور اخلاص کہتے ہیں، جس کے بغیر آدمی کا کوئی بھی عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا، اسی لیے تقویٰ کی اندرونی کیفیت پر ہر شخص کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

### تقویٰ کا مفہوم:

تقویٰ کا مفہوم سمجھنے میں ہمارے سماج میں بڑی غلط فہمی ہے، اگر کسی شخص کی ڈاڑھی خوب اچھی ہے، وہ کرتا پانچ جامہ پہنتا ہے اور دیگر ظاہری اعمال جو ہر ایک کو نظر آتے ہیں وہ اچھے ہیں، تو لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا متقی ہے، یقیناً یہ سب اعمال تقویٰ کے مظاہر ہیں، لیکن یہ صرف تقویٰ نہیں ہے، اصل تقویٰ کا تعلق تو دل سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو حرام چیزیں ہیں اور جو مشتبہات ہیں ان سے بچنے کی جو شرط ہے وہ بھی اس میں بنیادی طور پر شامل ہے۔ جب یہ پوری کیفیت ہمارے اندر آجائے، یعنی جو چیزیں کرنے کی ہیں وہ کریں اور جن چیزوں سے بچنا ہے ان سے بچیں، جو عمل کرنا ہے وہ اللہ کے لیے کریں اور جن چیزوں سے بچنا ہے وہ بھی اللہ کے لیے ہی ہو، یہ چیز تقویٰ میں شامل ہے۔

بعض مرتبہ آدمی بہت سی چیزوں سے بچتا ہے تو اللہ کے لیے نہیں بچتا، بلکہ لوگوں کی قیل و قال کے سبب بچتا ہے، بے شک یہ بھی ٹھیک ہے کہ کم از کم اسی وجہ سے آدمی کسی بڑے گناہ سے بچ گیا اور کسی شخص کے کہنے سننے کی وجہ سے گناہ نہیں کیا، یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ برائی کے ارادہ پر آدمی کے اوپر گناہ کا وبال نہیں ہوتا، لیکن اس پر جو اجر ملتا ہے اس اجر سے وہ شخص محروم رہے گا، کیونکہ اجر تب ملے گا جب آدمی اللہ کے ڈر سے گناہ اور برائی چھوڑے، نہ کہ لوگوں کے خوف اور قیل و قال سے، اس کا یہ بھی فائدہ ہے کہ آدمی نے گناہ چھوڑنے کا جو عمل کیا اس پر بھی اس کو ثواب ملے گا اور یہ بڑی نعمت ہے۔

تقویٰ کے مظاہر کو اختیار کرنے اور ان پر توجہ دینے کی ہمیں ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر اپنے اندر تقویٰ کی اس کیفیت کو پیدا کرنا ہے جس کا نام اخلاص ہے۔





## نکاح کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

### مہر کے مسائل

**مہر کے معنی:**

پورا کرنے کا سب سے زیادہ حق رکھنے والی شرط وہ ہے جس کے ذریعہ عورت سے فائدہ اٹھانے کو تم اپنے لیے حلال کر لیتے ہو۔“

(بخاری: ۵۱۵۱)

### مہر کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟

احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم چاندی یا اس کے بقدر روپے یا کوئی اور چیز ہے، دس درہم کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام (یا یاد رکھنے کے لیے کہیں کہ ۳۱ گرام) چاندی ہے، اس کی زیادہ مقدار کی شریعت نے تعیین نہیں کی ہے، البتہ مہر مقرر کرتے وقت شوہر کی مالی استطاعت اور عورت کی خاندانی حیثیت دونوں کا لحاظ کرنا چاہیے، نہ اتنا کم مہر مقرر کیا جائے کہ اس سے لڑکی والوں کو شرمندگی محسوس ہو اور شوہر اس کو ہاتھ کا میل سمجھے اور نہ اتنا زیادہ مقرر کرے کہ چاہ کر بھی شوہر کے لیے اس کی ادائیگی مشکل ہو، بہتر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات اور اپنی بنات طاہرات کا جو مہر مقرر کیا تھا، اگر مالی وسعت ہو تو اتنا مہر مقرر کرے، یہ مہر کیا تھا؟ مندرجہ ذیل احادیث میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت عمرؓ سے روایت ہے: ”مجھے نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنی ازواج مطہرات میں کسی سے شادی کی ہو یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کرایا ہو۔“

(ترمذی: ۱۱۱۴، أبوداؤد: ۲۱۰۶)

(۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے مہر کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ”بارہ اوقیہ اور نش تھا، پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: تم جانتے ہوئے کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: نصف اوقیہ، تو یہ کل پانچ سو درہم ہوئے،

مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح میں بیوی کے حق میں شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، اس کو صداق اور دوسرے ناموں سے بھی عربی زبان میں موسوم کیا گیا ہے۔ (شامی: ۲/۳۵۷)

### کتاب و سنت میں مہر ادا کرنے کی تاکیدیں:

کتاب و سنت میں کئی جگہ مہر کی ادائیگی کا حکم دیا گیا، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: ۴)

(تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَلِكَُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾

(النساء: ۲۴)

(ان (محرمہ عورتوں) کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں

اس شرط پر حلال ہیں کہ تم ان کو اپنے مال کے بدلہ طلب کرو)

اور حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت صہیب بن سنانؓ نیز میمون کردی عن ابیہ کے حوالہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کم یا زیادہ مہر پر کسی عورت سے شادی کرے اور اس کے دل میں اس عورت کے مہر کو ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو، اس نے اس کو دھوکہ دیا ہو اور عورت کو مہر ادا کیے بغیر مر جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے زانی کی حیثیت سے ملے گا۔“

(مسند احمد: ۱۸۹۳۹، مسند بزار، معجم اوسط طبرانی)

اور ایک حدیث میں مہر ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان میں



یہی آنحضرت ﷺ کا اپنی ازواج کے لیے مہر تھا۔“

(مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق: ۱۴۲۶)

مقرر کی جائے۔ (اور آج کل کے نئے تول کے اعتبار سے ایک تولہ ۱۱ گرام ۶۶۴ رکا ہوتا ہے، تو ایک سو پچاس تولہ کے تقریباً ۱۷۷۹۱ گرام ۶۰۰ ملی گرام ہوتے ہیں، کسر پوری کر کے ۱۷۵۰ گرام شمار کیے جائیں۔)“ (فتاویٰ رحیمیہ: ۶/۴۴۵)

لیکن آج کل اکثر علماء مہر فاطمی کی وہی مقدار بتاتے ہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا، یعنی ایک کلو ۵ سو ۳۱۰ گرام چاندی۔

### شرعی مہر:

راقم کے دیار میں بہت سے لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ شرعی مہر تین روپے دس آنہ ہے، اوپر کی تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، غالباً جب چاندی کا سکہ رائج تھا، اس وقت کسی نے اقل مہر دس درہم کی یہ مقدار بتائی ہوگی جو شرعی مہر کے طور پر شہرت پا گئی۔

### بغیر مہر مقرر کیے نکاح کرنا:

اگر مہر طے کیے بغیر نکاح کر لیا، یا یہ طے کیا کہ مہر نہیں دیں گے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن اگر دخول کر لیا تو مہر مثل واجب ہوگا، یعنی دیکھا جائے کہ اس کی بہنوں پھوپھیوں یا والد کی طرف سے دیگر اہل خاندان خواتین کا مہر کیا رہا ہے، اسی کو بنیاد بنا کر مہر دینا ہوگا اور اگر میاں بیوی کسی خاص مقدار پر سمجھوتہ کرنا چاہیں تو یہ بھی کر سکتے ہیں، لیکن اگر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی تو ایسی صورت میں متعہ یعنی ایک جوڑ کپڑا شوہر پر دینا لازم ہوگا۔

(ہندیہ: ۱/۳۰۴)

### غیر مال کو مہر مقرر کرنا:

مہر کا مال ہونا احناف کے نزدیک ضروری ہے، لہذا اگر مہر کے طور پر طے کیا کہ میں ایک سال بیوی کی خدمت کروں گا، یا قرآن کی تعلیم دوں گا، تو یہ مہر صحیح نہیں ہے، لہذا مہر مثل واجب ہوگا، اسی طرح اگر مہر کے طور پر مردار یا خون مقرر کرے تو یہ تعین صحیح نہیں ہوگی اور مہر مثل واجب ہوگا، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب شراب یا خنزیر کو مہر مقرر کرے۔

(ہندیہ: ۱/۳۰۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے علماء نے فرمایا کہ حضرت عمر نے کسر کا ذکر نہیں کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کر دیا، ایک درہم کی مقدار تین گرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتی ہے، اس طرح پانچ سو درہم کی مقدار موجودہ وزن کے اعتبار سے ایک کلو پانچ سو تین گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی یا یوں کہیں ایک کلو پانچ سو ۳۱۰ گرام چاندی ہوتی ہے، تو اگر گنجائش ہو تو اسی مقدار کو مقرر کرنا بہتر ہوگا، علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں اسی کو مستحب قرار دیا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اس سے زیادہ مہر بھی اگر وسعت ہو تو مقرر کی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت ﷺ سے نکاح نجاشی نے پڑھایا تھا اور مہر کے طور پر چار ہزار درہم اپنی طرف سے دیے تھے۔

(أبو داؤد: ۲۱۰۷)

اسی طرح کم مہر پر بھی نکاح کیا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے کچھ گھریلو سامان کو مہر مقرر کر کے نکاح کیا تھا، جس کی قیمت دس درہم تھی۔

(المجموع الاوسط: ۴۶۴، ج: ۱/۱۴۷)

### مہر فاطمی کیا ہے؟

اوپر بیان کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تمام بیٹیوں کا مہر پانچ سو درہم مقرر کیا تھا، ظاہر ہے حضرت فاطمہ کا مہر بھی یہی تھا، تو مہر فاطمی کی مقدار ایک کلو پانچ سو ۳۱۰ گرام چاندی ہے، بعض علماء نے اس کی مقدار اس سے زیادہ بھی بتائی ہے، چنانچہ مفتی عبدالرحیم صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر ۵ سو درہم کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ مانی جائے تو مندرجہ بالا مقدار ہوگی، لیکن کئی علماء نے اس کی مقدار ایک سو پچاس تولہ قرار دی ہے، ان علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”یہ تین اقوال ہیں، ان میں سے جس پر عمل کرنا چاہے کر سکتا ہے، مگر بہتر اور احتیاط اس میں ہے کہ ایک سو پچاس تولہ چاندی مہر

## حقیقتِ صوم



### عبدالسبحان ناخاندوی

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ (صحیح البخاری)

(جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی امید میں روزہ رکھتا ہے اس کے گزرے ہوئے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی توقع رکھتے ہوئے عبادت کرتا ہے، اس کے بھی سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں)

سابقہ گناہ معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ کی شدت میں کمی آتی ہے، کبیرہ گناہوں سے معافی کے لیے سچی پکی ندامت سے بھری توبہ ضروری ہے، حضور ﷺ اپنے صحابہ کو رمضان آنے کی خوش خبری سناتے اور فرماتے:

”قَدْ جَاءَكُمْ شَهْرُ رَمَضَانَ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تَفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْحَجِيمِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ.“

(مسند أحمد)

(تمہارے لیے رمضان کا مہینہ آ گیا، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین اس مہینہ میں بند کر دیے جاتے ہیں، اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے)

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ فِي الْحَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ“

روزہ انسان کے دل و دماغ کو طہارت بخشتا ہے، مادہ پرستی سے انسان کو بلند کرتا ہے، گھٹیا کیفیت سے پاک و صاف کرتا ہے، اخلاقی گراؤٹ سے بہت اوپر اٹھاتا ہے، خوف خدا کا احساس پیدا کرتا ہے، مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ بخشتا ہے اور بھوکے پیاسے لوگوں کا درد پیدا کرتا ہے۔

عربی زبان میں روزہ کے لیے ”صوم“ کا لفظ آتا ہے، جس کا مطلب لغت میں کھانے پینے، بولنے، شادی کرنے اور چلنے پھرنے سے رک جانے اور بازر رہنے کا ہے۔

شرعی اصطلاح میں روزہ طلوع فجر سے لے کر غروب تک کھانے پینے اور مباشرت کرنے سے بطور عبادت رکے رہنے کا نام ہے، روزہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، سنہ ۲ھ سے رمضان کے روزے فرض کیے گئے، کتاب و سنت اور اجماع امت سے اس کی فرضیت ثابت ہے، بغیر کسی شرعی عذر کے اس عبادت کو چھوڑنے والا سخت گنہگار اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہے، قرآن مجید میں روزہ کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۳) (۱)

لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بنو)

درحقیقت اس آیت کے ذریعہ خواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنے کا سلیقہ سکھایا گیا ہے۔

رمضان کے روزوں کی فضیلت کو بیان کرنے والی احادیث بہت ساری ہیں، ہم کچھ احادیث نقل کرتے ہیں:



قَبَلِكُمْ“ سے مراد گزری ہوئی تمام قومیں ہیں، اللہ نے ان پر کسی نہ کسی شکل میں روزہ فرض ضرور کیا تھا، بعض حضرات نے یہ تفصیل بتائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک ہر نبی اور ان کی امت پر روزہ کسی نہ کسی شکل میں فرض تھا۔ ایک تعداد اس سے مراد یہود و نصاریٰ کو قرار دیتی ہے۔ واللہ اعلم!

آیت کے اخیر میں روزہ کا اصل مقصد بتاتے ہوئے ارشاد ہے: ”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ یہ روزے کی اصل غرض و غایت ہے، خوفِ خدا کا وہ احساس جو زندگی کے ہر مرحلہ میں ساتھ ساتھ رہے تقویٰ کہلاتا ہے، اس احساس کے بعد زندگی نہایت پاک و صاف ہو جاتی ہے، ظاہر و باطن کی یکسانیت پیدا ہوتی ہے، ہر قسم کی مکروہ چیزوں سے طبیعت میں نفرت آ جاتی ہے، گویا روزے میں حلال چیزوں کو حرام کر کے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ زندگی نام ہے ہر قسم کی آلودگی سے پاک و صاف رہنے کا، لہذا کوئی شخص ظاہری طور پر روزہ رکھے لیکن روزے کے مقاصد سے انحراف کرتے ہوئے حرام کاموں میں بھی ملوث رہے، تو اللہ کے نزدیک وہ روزے دار نہیں محض بھوکا پیاسا انسان ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ“ (صحیح البخاری)

(جو جھوٹی باتیں اور جھوٹے کام نہ چھوڑے تو اللہ کو بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑے رہے) یہ بھی ارشاد ہے کہ

”رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَ رَبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهْرُ.“ (صحیح)

(کچھ روزے دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا اور کچھ شب بیدار ایسے ہیں جن کو اپنی راتوں کی عبادت سے سوائے نیند چھوڑنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا) حدیث شریف میں جن لوگوں کا ذکر ہے حقیقت میں یہ وہ لوگ ہیں جو روزے سے تقویٰ کا سبق حاصل نہیں کرتے۔

الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُولُونَ: لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ غَيْرَهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ.“ (صحیح البخاری)

(جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن روزے دار اس دروازے سے داخل ہوں گے، کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں؟ سب روزے دار کھڑے ہو جائیں گے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا، جب وہ داخل ہوں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، کوئی دوسرا اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا) بعض روایات میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، روزے میں بھوک و پیاس دونوں برداشت کیے جاتے ہیں، البتہ پیاس کی بے تابی بھوک سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے ان کو یہ بدلہ ملے گا کہ کبھی پیاسے نہیں ہوں گے، روزے داروں سے مراد بظاہر وہ حضرات ہیں جو فرض روزوں کے علاوہ مزید سنت و نفل روزوں کے بھی عادی ہوں۔ واللہ اعلم

روزہ کی فرضیت بتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے: ”كَمَا كَتَبَ عَلَيَّ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ“ اس سے مراد فرضیت میں یکسانیت ہے، روزوں کی کیفیت میں یکسانیت نہیں ہے، جمہور محققین کا یہی کہنا ہے، سابقہ لوگوں کا حوالہ ترغیب و تحریض کے لیے ہے، یعنی تمہاری طرح ان پر بھی فرض تھے، ان کا زمانہ گزر چکا، اب تمہارا دور ہے، اللہ کی اس عبادت کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کر کے دکھاؤ، اللہ نے اپنے احکامات پر عمل کرنے کے طریقے مختلف رکھے ہیں، وہ ہر ایک کے عمل کو جانچتا ہے، اس کا مطالبہ یہ ہے کہ بھلائیوں میں سبقت کی جائے اور اپنے جذبہ عمل کو بندہ دکھائے، ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (المائدة: ۴۸) (اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا)۔ یعنی شریعت اور راستہ بالکل ایک ہی رہتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ تاکہ اپنی دی ہوئی چیز میں تمہیں آزمائے، اے لوگو! تم بھلائیوں میں خوب آگے بڑھو)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آیت ”عَلَيْ الَّذِينَ مِنْ“

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات رمضان میں

## محمد امین حسنی ندوی

شہادت آپ کو نہ ملتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن پورے کرتے، اگر بادل ہوتے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن مکمل کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہی حکم دیا:

”فأكملوا عدة شعبان.“ (شعبان کی مدت پوری کرو)  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ بھی تھا کہ اگر کوئی دو آدمی عید کی نماز کا وقت نکل جانے کے بعد بھی چاند کی گواہی دیتے تو آپ ان کی گواہی تسلیم کرتے اور افطار کرتے اور لوگوں کو بھی افطار کا حکم دیتے اور عید کی نماز پڑھاتے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطار میں جلدی کرتے اور اسی کی ترغیب دیتے تھے، سحری کرتے اور سحری کرنے کی تلقین کرتے تھے اور سحری کرنے میں آپ تاخیر فرماتے اور دوسروں کو بھی تاخیر کا حکم دیتے تھے، روزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے کھولتے تھے اور اگر کھجور نہ ہوتا تو پانی سے افطار کرتے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افطار:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے افطار کرتے تھے، افطار میں اگر تازہ کھجور ہوتی تو اس سے افطار فرماتے اور اگر تازہ کھجور نہ ہوتی، تو سوکھی کھجور سے اور اگر وہ بھی نہ ہوتی تو پانی سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتے تو کہتے:

”ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر ان شاء الله“  
(پیارا ختم ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اجر یقینی ہو گیا اگر اللہ نے چاہا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان للصائم عند فطره دعوة مآترة“

رمضان کے مبارک مہینہ میں جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کا دور کرتے، اس مہینہ میں آپ کی سخاوت دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں کئی گنا بڑھ جاتی تھی، اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت، نماز، ذکر اور سخاوت میں دوسروں سے بہت آگے رہتے تھے۔

رمضان کے روزوں کی فرضیت سنہ دو ہجری میں ہوئی، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں نور رمضان گزارنے کا موقع ملا۔  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں عبادت زیادہ کرتے تھے، کبھی کبھی پوری پوری رات اور پورا پورا دن عبادت میں مشغول رہتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو مسلسل عبادت کرنے سے روکتے تھے، صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ آپ بھی تو مسلسل عبادت میں مشغول رہتے ہیں؟ تو آپ جواب دیتے کہ میرا معاملہ تمہاری طرح نہیں ہے، میرا رب تو مجھے کھلاتا اور پلاتا رہتا ہے۔  
سحری کے سلسلہ میں آپ کی ہدایت یہ تھی کہ بالکل آخری وقت میں کی جائے:

”عن أبي سعيد الخدري أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا تواصلوا، فأيكم أراد أن يواصل فليواصل الى السحر.“ (حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم صوم وصال مت رکھو اور اگر کوئی صوم وصال رکھنا چاہے تو سحری ضرور کرے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر صحیح روایت کے یا بغیر کسی کی گواہی کے رمضان کے روزے نہیں رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی گواہی پر روزہ رکھا، ایک مرتبہ ایک بدو کی گواہی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا، اگر کوئی



رمضان میں آپ ﷺ ایک خیمہ لگانے کا حکم دیتے تھے، وہ خیمہ مسجد میں لگا دیا جاتا تھا، اس خیمہ میں رہ کر آپ ﷺ اپنے رب سے دعائیں کرتے، استغفار کرتے اور مناجات کرتے، آپ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز کے بعد سے اعتکاف کرتے، آپ ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف فرماتے، لیکن جس سال وفات ہوئی اس سال بیس دن کا اعتکاف کیا، آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے سال میں ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور کرتے، وفات کے سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور کیا، آپ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو خیمہ میں داخل ہو جاتے، آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں گھر نہیں آتے سوائے ضرورت کے وقت، اعتکاف کی حالت میں آپ ﷺ اپنا سر باہر نکالتے، حضرت عائشہ کنگھی کرتیں اور سردھوتیں، آپ ﷺ کی بعض ازواج آپ سے ملنے کے لیے خیمہ میں آتی تھیں، جب وہ واپس ہوتیں تو آپ ﷺ بھی ان کو چھوڑنے کے لیے دروازے تک آتے، آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں مباشرت نہیں فرماتے تھے، آپ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو خیمہ میں فرش بچھا دیا جاتا اور جس جگہ آپ ﷺ اعتکاف فرماتے وہاں ایک چارپائی رکھ دی جاتی، اعتکاف کی حالت میں جب آپ ﷺ اپنی کسی ضرورت سے نکلے تو مریض سے بھی گفتگو نہ کرتے اور نہ اس سے کچھ پوچھتے۔

## رمضان - اللہ کا خاص مہینہ

● حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

”رمضان المبارک کا مہینہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کی بہار اور انوار رحمت کی موسلا دھار بارش کا مہینہ ہے، گناہوں کی بخشش اور آتش دوزخ سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ ہے، دنوں کو روزوں اور دیگر اشغال و عبادات سے اور راتوں کو لمبی لمبی نمازوں اور تضرع و انابت سے معمور کر کے ملکوتیت کو بہیمیت پر اور روحانیت کو نفسانیت پر غالب کر کے رضائے الہی اور قرب خداوندی کے مقامات کی طرف بڑھنے کا خاص مہینہ ہے۔“

(افطار کے وقت روزہ دار کی دعا نہیں کی جاتی)

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اذا قبل الليل من هاهنا وأدبر النهار من هاهنا وغربت الشمس فقد أفطر الصائم.“

(جب رات ادھر (پورب) سے رخ کرے اور دن ادھر (پچھم) سے پیٹھ موڑے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کے افطار کا وقت آ گیا) یعنی سورج ڈوبتے ہی روزہ کھول دینا چاہیے۔

**روزہ دار کے لیے آپ ﷺ کی ہدایات:**

آپ ﷺ نے روزہ دار کو گالی بکنے، شور و ہنگامہ کرنے اور گالی کا جواب دینے سے منع فرمایا ہے اور روزہ دار کو حکم دیا کہ کوئی اس کو گالی دے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے:

”انی صائم“ (میں روزہ سے ہوں)

**رمضان میں آپ ﷺ کے سفر کا طریقہ:**

آپ ﷺ رمضان میں سفر کرتے تو روزہ بھی رکھتے اور روزہ چھوڑ بھی دیتے، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی سفر کی حالت میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے دونوں کا اختیار دے رکھا تھا، لیکن اگر سفر جہاد کے سلسلہ میں ہوتا تو آپ ﷺ روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے، تاکہ جنگ میں کھانے پینے سے طاقت ملے، اگر سفر جہاد سے خالی ہوتا تو روزہ کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے کہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اگر کوئی روزہ رکھتا ہے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

**آپ ﷺ کے اعتکاف کا طریقہ:**

رمضان کے آخری دس دنوں میں پابندی کے ساتھ آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے، البتہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اعتکاف چھوڑا، لیکن شوال میں پھر اس کی قضا کی۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ایک مرتبہ رمضان کے دوسرے عشرہ میں پھر آخری عشرہ میں، لیکن یہ آپ ﷺ نے لیلۃ القدر کی تلاش میں کیا اور آخر میں فرما دیا کہ لیلۃ القدر عشرۃ اواخر میں ہے۔

## قرآن مجید - رہبرِ کامل

محمد ارمان بدایونی ندوی

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانی زندگی کو صحیح رخ پر قائم رکھنے کے لیے مختلف علاقوں میں انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اپنے اپنے علاقہ اور ماحول کے اعتبار سے لوگوں کو صالح انسانی معاشرہ کی تشکیل دینے کی دعوت دی اور انسانی زندگی میں مختلف مناسبتوں سے پیش آنے والے واقعات کے سلسلہ میں آسمانی صحیفوں کے ذریعہ ایسی تعلیمات اور اصول بیان کر دیئے جو انسانیت کی نجات کے ضامن تھے، اسی سلسلہ کی ایک اہم اور آخری کڑی ”قرآن مجید“ ہے، جو امام الانبیاء سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا اور قیامت تک کے لیے رہنما کتاب کی حیثیت سے دنیائے انسانی میں متعارف ہوا، آسمانی کتابوں میں یہ قرآن مجید ہی کا اعجاز ہے کہ اس میں آج تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی اور اس کے بیان کردہ اصول ہر دور میں تمام لوگوں کے لیے قابل تعمیل ہیں، مسئلہ عبادات کا ہو یا معاملات کا، سیاسیات کا ہو یا تجارت کا، معیشت کا ہو یا مالیات کا، قرآن میں تمام گوشوں پر خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی ہے اور اختصار کے ساتھ ان تمام عقودوں کو بھی حل کر دیا ہے جو قیامت تک کسی بھی حیثیت سے پیش آسکتے ہیں۔

عبادات کے باب میں صراحت کے ساتھ فرما دیا گیا کہ انسانی تخلیق کا مقصد ہی عبادت الہی ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶) (اور میں نے انسانوں اور جناتوں کو تو صرف اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں) عبادت کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ اس آیت سے بھی باسانی لگایا جاسکتا ہے، جس میں وضاحت فرمادی کہ مرتے دم تک عبادت سے مفر نہیں، ارشاد الہی ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر: ۹۹) (اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہے

یہاں تک کہ یقینی (چیز) آپ کو پیش آجائے) عموماً آپسی رہن سہن میں انسان کا ان لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے جو حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوتے، ممکن تھا کہ ان کی رعایت میں عبادت الہی کے اندر کسی طرح کوئی سستی آتی، لہذا اس سلسلہ میں تاکید کے ساتھ دو ٹوک انداز میں نبی اکرم ﷺ کو مخاطب بنا کر صراحت کر دی گئی، ارشاد خداوندی ہے: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (الکافرون: ۱-۶) (کہہ دیجیے اے انکار کرنے والو، میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ مجھے اس کی عبادت کرنی ہے جس کی عبادت تم کرتے رہے ہو اور نہ تمہیں اس کی عبادت کرنی ہے جس کی عبادت میں کرتا ہوں، تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین)

عبادات کے بعد معاشرتی زندگی میں والدین اقرباء یتامیٰ مساکین اور یتیموں وغیرہ تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی، ارشاد الہی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْحَارِثِينَ وَالْحَارِثِينَ وَالْحَارِثِينَ وَالصَّاحِبِ بِالْحَنْبِ وَأَبْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُخُورًا﴾ (النساء: ۳۶) (اور اللہ کی بندگی کرتے رہو اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو اور قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی ساتھ بیٹھنے والے مسافر اور غلاموں کے ساتھ (بھی حسن سلوک کرو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا) یہ قرآن مجید ہی کا اعجاز ہے کہ وہ احکام و تعلیمات بیان کرنے کے ساتھ انسان کی خامیوں اور کمزوریوں پر نشاندہی بھی کر دیتا ہے، مذکورہ آیت میں تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دینے کے بعد ”اترانے والے شیخی باز“ کو ناپسند کرنے کا تذکرہ



مال خرچ کرنے کے بعد انسان میں کچھ خود نمائی اور جذبہ احسان مندی پیدا ہوتا تو فوراً اس کی نشاندہی کر دی گئی تاکہ اس کا یہ اچھا عمل اس کی نیت کے فساد سے ضائع نہ ہو جائے، جن لوگوں کو یہ مال و دولت یا دنیا کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور کرے، عیاشی میں مبتلا کرے، ایسے لوگوں کے متعلق بھی قرآن مجید نے بات صاف کر دی، ارشاد ہوتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (المنافقون: ۹) (اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد کہیں تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو ایسے لوگ ہی گھانا اٹھانے والے ہیں)

انسانی سماج میں ”عدل و انصاف“ ایک جلی عنوان ہے، جس کے مفقود ہونے پر قومیں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں، اس کے متعلق ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (اور جب بات کہنا تو انصاف ہی سے کہنا خواہ اپنا قریب ہی کیوں نہ ہو) یہ ایک عام اصول بیان کر دیا گیا، اب بات کرنا خواہ آپسی بات چیت ہو، یا کسی مقدمہ کی بات چیت ہو، یا خطیب و واعظ اور مصنف کی بات ہو، غرض کہ ہر جگہ اس حکم کا انطباق ہوگا، یہ آخری درجہ کی بات ہے کہ قرآن مجید نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ انصاف کی بات کہنا زیادہ عزیز ہونا چاہیے، بمقابلہ کسی قریبی رشتہ دار کے، کیونکہ بسا اوقات انسان اپنے اقرباء کی اقرباء پروری میں حق و انصاف کی بات سے روگردانی کر جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے مختلف خانوں میں قرآن کے یہ بیش قیمت اصول مختصر اذکر کیے گئے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن نے زندگی کے کسی کونے میں انسان کو تنہا نہیں چھوڑا، بلکہ اس کے اصول ہمیشہ کے لیے تاباں و درخشاں ہیں، انہی کے اختیار کرنے میں انسانیت کی فلاح ہے اور قرن اول اس کی بہترین مثال ہے، ظاہر ہے اس کو چھوڑ کر کتبت و ذلت میں مبتلا ہونا تمام انسانیت کے لیے ضلالت کا سبب ہے، کاش! آج کی ترقی یافتہ قومیں قرآن مجید کے اس سبق کو سمجھتیں اور انسانیت کو ایک کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم ہو۔

کرنے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ بعض مرتبہ جب وہ کوئی خیر کا کام کرتا ہے تو کسی نہ کسی درجہ میں اس کے اندر اکڑ اور خود نمائی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، جو اس کے تمام اعمال کو اکارت کر دیتا ہے، اسی لیے ایسے موقع پر قرآن مجید نے فوراً آگاہ کر دیا کہ تمام کام اللہ کی رضا کے لیے ہوں، کسی بھی خیر کے کام کو کرنے کے بعد اکڑنا اچھی بات نہیں۔

معاشرتی زندگی میں ہر موڑ پر پیش آمدہ مسائل کی رہنمائی فرمانے کے ساتھ ان تمام امور میں بھی مکمل رہنمائی کی گئی، جن کا تعلق مالیات یا سیاسیات سے ہے، تاکہ انسان جو کچھ کمائے وہ بھی حلال ہو اور جس سوسائٹی میں رہے اس میں ایک امانت دار اور منصف کی حیثیت سے پہچانا جاسکے اور پورا معاشرہ امن و امان اور انسانیت دوستی کی عظیم الشان مثال بن سکے، قرآن مجید نے مال کے بارے میں سب سے پہلے یہ تصور قائم کر لیا کہ مال اللہ کی دی ہوئی ایک امانت ہے، جس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا چاہیے، ورنہ یہی مال انسان کے لیے آخرت میں ہلاکت و خسران کا باعث ہوگا، سورہ نوح میں استغفار کی کثرت پر ملنے والے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے مال کی نعمت یاد دلا کر ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَيُؤْمِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا﴾ (نوح: ۱۲) (اور تمہارے مال اور بیٹوں میں اضافہ فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات تیار کر دے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری فرما دے گا) پھر اسی مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ مِمَّا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذَىٰ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرة: ۲۶۲) (وہ جو اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد اس پر نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ اذیت (دیتے ہیں) ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے) یہاں بھی یہ بات قابل توجہ ہے، ممکن تھا کہ اللہ کی راہ میں





مکروہ ہے۔

رمضان کے مہینہ میں اگر کسی کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تب بھی اس پر واجب ہے کہ رمضان کے احترام میں دن میں روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے احتراز کرے۔

## قضا و کفارہ واجب ہونے کی صورتیں

روزے کو فاسد کرنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض وہ ہیں جن سے قضا بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، اور یہ چیزیں تین ہیں:

۱- میاں بیوی کا مخصوص تعلق کرنا، خواہ مادہ خارج ہو یا نا ہو دونوں شکلوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا، اگر یہ عمل عورت کی رضامندی سے ہوا تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی نہیں تھی شوہر نے یہ عمل زبردستی کیا تو عورت پر صرف قضا لازم ہوگی، اگر ابتداء میں اسے مجبور کیا گیا ہو اور بعد میں اس کی رضامندی ہوگئی ہو تب بھی اس پر صرف قضا لازم ہوگی۔

۲- جان بوجھ کر کسی ایسی چیز کا کھانا جس کو بطور غذا یا دوا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے روٹی چاول شربت یا کسی دوا کا استعمال کرنا۔ اس کے برخلاف اگر بھولے سے یہ اعمال انجام دے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کوئی ایسی چیز کھائے جسے غذا یا دوا کے طور پر کھایا نہیں جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، مثلاً کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا کھالے۔

ان تین چیزوں سے کفارہ واجب ہونے کا ذکر اشارۃً یا صراحتاً حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں آیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں تباہ ہو گیا، آپ ﷺ نے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے (رمضان کے) روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کر لیا۔ آپ نے پوچھا، کیا آزاد کرنے کے لیے تمہارے پاس غلام ہے؟ اس نے کہا، نہیں؛ آپ نے فرمایا، تو کیا دو مہینے مسلسل روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا، نہیں؛ آپ نے فرمایا، اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے کہا، نہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ چونکہ کھانا پینا بھی اسی کے درجہ میں

## روزہ کے مختلف مسائل

### سحری و نیت

روزے چاہے رمضان کے ہوں چاہے کسی اور چیز کے بہر حال ان کے لیے سحری کھانا سنت ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔“ (متفق علیہ)۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق اور امتیاز سحری کھانے کا ہے (کہ ہم کھاتے ہیں، وہ نہیں کھاتے)۔ (مسلم)

رہی نیت تو اس کے بغیر روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ اگر ایک شخص صبح سے شام تک ان تمام چیزوں سے احتراز کرے جن سے روزہ دار احتراز کرتا ہے لیکن اس کی نیت روزہ رکھنے کی نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر سے پہلے ہی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

بعض دوسری احادیث کے پیش نظر فقہاء نے فرمایا کہ زوال سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کر لے بشرطیکہ کچھ کھایا پینا نہ ہو تو رمضان اور نقلی روزہ رکھنا درست ہوگا، اور نیت کا محل چونکہ دل ہوتا ہے لہذا صرف دل میں یہ ارادہ کر لینا کافی ہے کہ کون سا روزہ رکھ رہا ہوں، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ زبان سے بھی کہہ دے۔

### جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے

بھول کر کھانے پینے، سر میں تیل لگانے، عطر لگانے اور نہانے دھونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اگر دن میں سو جائے اور احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اسی طرح دن میں انجکشن لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فوری ضرورت نہ ہو تو افطار کے بعد انجکشن لگوائے، مسواک خواہ تازی اور ہری ہو یا چاہے خشک ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ منجن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر منجن حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا



روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور غلطی سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء لازم ہو جاتی ہے۔

۲- اگر کوئی ایسی چیز کھائی یا پی جس کو بطور دوا یا غذا نہیں کھایا یا پیا جاتا ہے جیسے کنکری وغیرہ۔

۳- دانتوں میں کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی اگر وہ چنے کے برابر یا اس سے بڑی تھی تو اس کو نکلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء ہوگی اور اگر چنے سے چھوٹی تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن یہ اس وقت ہے جب منہ سے نہ نکالا ہو اگر نکال کے کھائے تو چیز چھوٹی ہو یا بڑی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴- اگر حقنہ لگایا، یا ناک کے اندرونی حصہ میں دوا ڈالی، یا کان میں تیل یا کوئی دوا ڈالی، یا عورت نے اپنے مخصوص شرم گاہ میں دوا ڈالی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی، لیکن اگر آنکھ میں دوا ڈالی یا سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالو تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۵- اگر اگر بتی یا لوبان سلگائی پھر اس کو سونگھا اور دُھواں اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح سگریٹ بیڑی وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۶- قے کے بارے میں لوگوں میں عام طور سے یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ چاہے جس طرح کی بھی قے ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہو سکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایک تو یہ کہ منہ بھر کے قے ہو اور روزہ دار اس کو نکل جائے۔ (۲) عمد آمنہ بھر کے قے کرے، باقی کوئی صورت مفسد صوم نہیں ہے۔

### پان تمباکو اور سیگریٹ بیڑی کا حکم

اسی حکم میں پان تمباکو اور سیگریٹ وغیرہ بھی ہیں، پان تمباکو کی پیک اگر کوئی نکل لیتا ہے تو بالکل واضح بات ہے کہ اس نے ایک چیز حلق کے نیچے اتاری، لہذا اس سے روزے کے چلے جانے میں

ہے لہذا اس کا بھی یہی حکم ہوگا، ساتھ ہی کفارہ کی ترتیب بھی معلوم ہوئی کہ پہلے نمبر پر غلام آزاد کرنا ہے، نہ کر سکے جیسا کہ موجودہ دور میں غلامی کا خاتمہ ہو جانے کے سبب کسی کے لیے بھی یہ شکل ممکن نہیں ہے تو دو مہینے گئے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہو سکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایک مسلسل روزے رکھے، اگر ان روزوں کے درمیان رمضان آگیا یا ایام تشریق آگئے تو مسلسل ٹوٹ جائے گا، اور ابتداء سے روزے رکھنے پڑیں گے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب بیمار ہو جائے یا عورت نفاس کی حالت میں ہو جائے، تسلسل اس سے بھی ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر درمیان میں عورت کو حیض پیش آجائے تو وہ روزے رکھنا بند کر دے، پھر حیض رک جائے تو جتنے روزے باقی رہ گئے تھے صرف وہی رکھ لے پھر سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کو روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقہ فطر کے بقدر غلہ دے یعنی نصف صاع (۱/۲ کلو/۳۳۰ گرام) گیہوں یا ایک کیلو جو یا کھجور یا ان چیزوں کے قیمت کے بقدر کوئی دوسری چیز یا نقد روپے دے، اگر اس طرح کرنے کے بجائے کسی ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دو وقت کھانا کھلا دے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

### قضا واجب ہونے کی صورتیں

وہ ہے جس سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا، یہ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اگر کسی کو کھانے پر جان و مال کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا، اور اس نے خوف سے کھالیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء لازم ہوگی، یہی حکم اس وقت ہوگا جب غلطی سے کچھ کھاپی لے، یعنی روزہ یاد تھا کھانے یا پینے کا ارادہ نہیں تھا لیکن کھانے پینے کی چیز حلق سے نیچے اتر گئی، اس طرح بھولے سے کھانا الگ چیز ہے اس سے



جاتی ہے، روزہ کی حالت میں اس طرح آکسیجن لینے کا کیا حکم ہوگا؟ فقہی جزئیات کو سامنے رکھا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ اگر آکسیجن کے ساتھ کوئی دوا نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانس لینا ہے اور سانس کے ذریعہ ہوا لینا نہ مفسد صوم ہے اور نہ اس پر اکل و شرب کا اطلاق ہوتا ہے، اگر اس کے ساتھ دوا کے اجزاء بھی ہوں تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا (جدید فقہی مسائل: ۱/۱۸۸)

جہاں تک دمہ ہی کے مریض کے لیے انہیلر کے استعمال کا تعلق ہے تو چونکہ اس میں دوا ملی ہوئی ہوتی ہے لہذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

### انجیکشن اور ڈرپ لگوانے کا حکم

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ انجیکشن خواہ کسی بھی قسم کا ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، یہی حکم ڈرپ لگوانے کا بھی ہے، لیکن بغیر کسی عذر کے بہتر یہی ہے کہ دن میں نہ لگوائے، رات میں لگوائے، ضرورت ہو تو دن میں بھی لگوا سکتا ہے، لیکن صرف اس مقصد سے ڈرپ لگوانا کہ بدن میں طاقت آجائے اور پیاس میں کمی ہو جائے مکروہ ہے۔

### زبان کے نیچے دوا رکھنے کا حکم

فقہاء نے بلا عذر کسی چیز کو منہ میں رکھنے اور چکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ اگر کسی عذر سے ایسا کرے تو کراہت نہیں ہوگی، عذر کی مثال میں فقہاء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر بد اخلاق اور سخت مزاج والا ہو تو اس کی بیوی کے لیے نمک وغیرہ کا پتہ لگانے کے لیے چکھنا جائز ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز منہ میں رکھی اور چبائی جس کا حلق کے نیچے اتر جانا ظن غالب کے درجہ میں ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی مثال میں فقہاء نے بعض گوندوں کا نام لیا ہے، غالباً اسی وجہ سے ہمارے علماء نے پان تمباکو وغیرہ منہ میں رکھنے کو مفسد صوم قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کے اثرات واضح طور پر حلق کے نیچے جاتے ہیں اور تمباکو کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ”انجائنا“ کے مریضوں کے لیے Angised کا استعمال اس ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے تحت بیوی کو نمک چکھنے کی

کوئی شبہ کی بات ہی نہیں ہے، لیکن بعض لوگ پیک نکلے نہیں ہیں صرف پان یا تمباکو چبا کر اس کو تھوک دیتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو شبہ ہوتا ہے کہ اس سے شاید روزہ نہ ٹوٹے اس لیے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی چیز کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس شکل میں صرف ایک چیز کو چبایا گیا کھایا نہیں گیا، لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ کھانے پینے کو مفسد صوم قرار دیا گیا ہے، اور ان چیزوں کے چبانے کو بھی کھانا کہتے ہیں، پھر کچھ اجزاء بہر حال حلق کے نیچے اترتے ہیں، ساتھ ہی اس کے عادی لوگوں کو اس میں خاص لذت ملتی ہے، لہذا نہ صرف یہ کہ ان سے روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اگر ان چیزوں کو جان بوجھ کر استعمال کیا گیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا، اسی حکم میں گل سے دانت مانجھنے کا بھی حکم ہوگا، اس لیے کہ اس میں بھی خاص لذت ملتی ہے، اور کچھ اجزاء کے حلق کے نیچے اتر جانے کا قوی امکان رہتا ہے۔

جہاں تک بیڑی سیگریٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں جان بوجھ کر دھواں اندر لیا جاتا ہے اور جان بوجھ کر دھواں اندر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لہذا ان تمام چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

### منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا حکم

آنحضرت ﷺ نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس اعتبار سے فقہاء نے رمضان میں بھی مسواک کرنے کی اجازت دی ہے، چاہے مسواک کی لکڑی سوکھی ہو یا گیلی، لیکن اگر مسواک کی تری یا اس کی لکڑی حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہذا روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسواک کی تری یا لکڑی کا کوئی حصہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔

جہاں تک منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کا حکم مسواک کے حکم سے الگ ہے، اس لیے کہ ان میں ذائقہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، لہذا جس طرح فقہاء نے فرمایا کہ کسی عذر کے بغیر کسی چیز کا چبانا مکروہ ہے اسی طرح ان سب چیزوں کا بھی حکم ہوگا، البتہ کسی خاص عذر سے اگر ان چیزوں سے دانت مانجھ لے تو انشاء اللہ کراہت نہیں ہوگی۔

### آکسیجن کا حکم

دمہ کے سخت مریض کو دورہ پڑنے کے وقت آکسیجن پہنچانی



صراحت کی ہے کہ اگر دوا موضعِ حقنہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ بواسیری مسوں پر کوئی دوا یا مرہم لگانے سے یا ان کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ واقف کاروں کا کہنا ہے کہ بواسیری مسے موضعِ حقنہ سے کافی نیچے ہوتے ہیں۔

### تحقیق مرض کے لیے آلات کا استعمال

اگر امراض کی تحقیق کے لیے پچھلی شرم گاہ میں کسی آلہ سے مدد لی جائے تو اگر یہ آلات خشک ہیں اور ان کا ایک سرا باہر ہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو ان آلات کے اندر داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر آلہ پر کوئی تیل یا گریس جیسی چیز لگا کر اس کو داخل کیا گیا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ یہی حکم عورت کی اگلی شرم گاہ میں تحقیق کے لیے کسی آلہ کے داخل کرنے کا بھی ہے۔

### رحم تک آلات پہنچانا

رحم کی صفائی کے لیے اور فمِ رحم کو کشادہ کرنے کے لیے جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں، اور اندرونی رحم کھرچنے کا آلہ (Curette) اگر ان پر کوئی تیل وغیرہ لگا کر ان کو داخل کیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر ان کو خشک داخل کیا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن اگر خشک داخل کر کے اور ایک مرتبہ باہر نکال کر دوبارہ صاف کیے بغیر ان کو پھر داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

### عورت کا شرمگاہ میں دوا کا رکھنا

اگر اندرونی حصہ میں دوا رکھی جائے، یا رکھی اور پری حصہ میں جائے لیکن وہ اندرونی حصہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ دوا خشک ہو یا تر ہو۔

### مٹانہ تک نلکی پہنچانا

اگر مرد کے مٹانہ تک نلکی پہنچائی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ نلکی خشک ہو یا تر، اس سے دوا پہنچائی جائے یا نہیں، اور اگر عورت کے مٹانہ میں نلکی پہنچائی تو اگر نلکی تر ہے یا اس سے دوا پہنچائی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر نلکی خشک ہو اور اس سے دوا بھی نہ پہنچائی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اجازت دی گئی ہے، اور سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ یہ دوا حلق کے نیچے تو نہیں اترتی؟ اگر احتیاط کے باوجود دوا کے ذرات مخصوص گوند کی طرح حلق کے نیچے اتر جاتے ہوں تو اس کے منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور زبان کے نیچے رکھنے کے بعد افاقہ ہو جانے سے لگتا ہے کہ بظاہر یہی بات ہے، لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایسا نہیں ہے، اسی کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے روزہ دار اس گولی کا استعمال نہ کرے، لیکن اس کے استعمال سے روزہ اسی وقت فاسد ہوگا جب دو املا ہو الیاب حلق کے نیچے اتر جائے، صرف زبان کے نیچے گولی رکھنا مفسدِ صوم نہیں ہوگا۔

### انہیلر کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس اور دمہ وغیرہ کی شکایت ہوتی ہے ان کو انہیلر (Inhaler) کے ذریعہ دوا کا استعمال کرنا پڑتا ہے، اس کے ذریعہ سفوف کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہنچایا جاتا ہے، فقہاء کے نزدیک اس طریقہ علاج کے ذریعہ دوا کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہی جزئیات سے صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ منافذِ اصلیہ سے جب کسی چیز کو داخل کیا جا رہا ہو تو محض ادخال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور انہیلر کے استعمال سے بہر حال ادخال ہوتا ہے خواہ دوا کی مقدار معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

### بھاپ کی شکل میں دوا کا استعمال

نمونہ اور بعض دوسرے امراض میں بھاپ کے ذریعہ بھی دوا استعمال کی جاتی ہے، یہ استعمال کبھی دوا کو پانی میں ڈال کر اور پانی کو کھولا کر اس کی بھاپ منہ اور ناک سے لے کر کیا جاتا ہے، اور کبھی یہ عمل بعض آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے، بہر حال بھاپ خواہ کسی آلہ کی مدد سے اندر لے جائے یا سادہ طریقہ سے، دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عمداً دھواں حلق کے نیچے اتارنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور یہ بات اس میں مکمل طور سے پائی جاتی ہے۔

### بواسیری مسوں پر مرہم کا حکم

اگر پیچھے کے راستہ سے کسی دوا کا استعمال کیا جائے اور دوا موضعِ حقنہ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے کہ فقہاء نے اس کو بھی منافذِ اصلیہ میں شمار کیا ہے، البتہ فقہاء نے



ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتکاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے نکلتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتکاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے نکلنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی: ۲/۱۴۲، ہندیہ: ۱/۲۱۱)

**اعتکاف سنت مؤکدہ:** یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ سے پابندی سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”وكان يعتكف.... الحديث“ (ہر سال آنحضرت ﷺ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا)۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں مردوں پر یہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کے امام اور مؤذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی: ۲/۱۴۰)

**سنت علی الکفایہ** ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہو جائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی: ۲/۱۴۱)

**اعتکاف کی شرطیں:** واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح ہوگا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہو رہی ہوں:

۱- اعتکاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتکاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتکاف معتبر نہیں ہوگا، البتہ عورت گھر میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

۳- معتکف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

۴- معتکف کا جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

۵- معتکف کا عاقل ہونا لہذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا البتہ اس کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف

## اعتکاف کے چند مسائل

**اعتکاف کے لفظی معنی:** لبث یعنی ٹھہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتکاف کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہذا اس عمل کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

**اعتکاف کی قسمیں:** اعتکاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتکاف واجب، اعتکاف سنت مؤکدہ اور اعتکاف نفل۔

**اعتکاف واجب:** یہ اعتکاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتکاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہو جائے گا، یا معلق کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفا یاب ہو گیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعینہ دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔ (شامی: ۲/۴۱)

اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرتے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ”ولا اعتکاف الا بصوم“ (روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہو سکتا)، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہوگا۔ (شامی: ۲/۱۴۱) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے“، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتکاف کروں“ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کرو“۔

**نفلی اعتکاف:** جہاں تک نفلی اعتکاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جاسکتی



وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۲۱۲/۱)

**جمعہ پڑھنے کے لیے جانا:** اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جمعہ مسجد جا سکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہئے کہ جمعہ مسجد میں پہنچنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کر واپس آجائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولیٰ ہے، لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی: ۱۴۳۲/۲)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج و معالجہ کی ضرورت کے لیے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر استنجاء کے لیے نکلے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت کر لی یا جنازہ کی نماز ہو رہی تھی اس میں شرکت کر لی اور دیر تک نہیں ٹھہرا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجان دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

(البحر الرائق: ۳۰۲/۲ - ہندیہ: ۲۱۲/۱)

علاج و معالجہ کی ضرورت ہو تو معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱۲۱/۱)

بیڑی وغیرہ کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلنے وقت ضرورت پوری کر سکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کے لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہو جائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رجمیہ: ۲۰۲/۵)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آنگن میں طبعی ضروریات کے بغیر نکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۲۱۲/۱)

حالت اعتکاف میں اللہ جنتی توفیق دے عبادت میں مشغول رہے، جس میں تلاوت ذکر و اذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باتوں سے بچنا چاہئے ضروری باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔ (شامی: ۱۴۷/۲، ہندیہ: ۲۱۳/۱)

کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ: ۲۱۱/۱)

### مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے؟

آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان“ (آنحضرت ﷺ صرف انسان کی ضروریات استنجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے) ابو داؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے نکلے جن کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔“

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا:

**استنجاء کے لیے نکلنا:** چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جا کر بھی پورا کر سکتا ہے، آتے جاتے سلام بھی کر سکتا ہے لیکن اگر ٹھہر کر بات کی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۲۱۲/۱، شامی: ۱۴۳۲/۲)

**کھانے کے لیے نکلنا:** اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جا کر کھانا لا سکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حوائج ضروریہ میں داخل ہے۔ (طحاوی علی المراتی: ۳۸۴)

**غسل واجب کے لیے نکلنا:** اگر احتلام ہو گیا ہو تو غسل کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقہاء کرام منع کرتے ہیں، لہذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں غسل کر لے جہاں پانی کی نکاسی ہو جاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر پانی بہا دے یا کسی ٹب وغیرہ میں غسل کر لے۔ (شامی: ۱۴۳۲/۲)

**حالت اضطرار میں نکلنا:** اگر مسجد منہدم ہونے لگے یا



# زکوٰۃ - چند ضروری احکام و مسائل

﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ۲۷۶)  
 ”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے“

## وجوب زکوٰۃ کی شرائط

یہ بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ نہ ہر شخص پر فرض ہوتی ہے نہ ہر مال پر، بلکہ اس کے وجوب کے لیے اس شخص کا عاقل بالغ ہونا، صاحب نصاب ہونا، مال پر سال گزرنا، اس مال کا دین یعنی قرض سے خالی ہونا، اسی طرح اس کا حاجتِ اصلیہ سے خالی ہونا شرط ہے، ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

## اموال زکوٰۃ

جن چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بنیادی طور پر وہ چار ہیں (۱) جانور، (۲) سونا، (۳) چاندی (روپے بھی سونا چاندی ہی کے حکم میں شمار ہوتے ہیں)، (۴) مال تجارت۔

## سونے چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دو سو درہم جبکہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، علماء ہند کی تحقیق کے مطابق چاندی کے دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (۶۱۲،۳۶۰ گرام) اور سونے کے ۲۰ مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۷،۲۸۰ گرام) کے بقدر ہوتے ہیں، جہاں تک نقدی اور تجارتی سامان کا تعلق ہے تو ان کی ملکیت کا اندازہ بھی چاندی کے نصاب سے کیا جائے گا، یعنی اگر کسی کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر نقد رقم یا تجارتی سامان ہے تو وہ شرعاً صاحبِ نصاب ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ سونا چاندی چاہے استعمالی ہو یا غیر استعمالی، زیور کی شکل میں ہو، چاہے سکوں یا ظروف وغیرہ کی شکل میں اگر وہ نصاب کے بقدر ہے اور اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جائے گی، یہی حکم نقد رقم کا بھی ہے، لیکن بقیہ دوسرے اموال یعنی عروض میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ تجارت کے غرض سے ہوں، ورنہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے، ”آپ ﷺ نے اس کا شمار اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں فرمایا ہے۔“

صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں جو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ..... فَذُقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبة: ۳۴-۳۵)

”جو لوگ اپنے پاس سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی ﷺ آپ ان کو درد ناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے، یہ درد ناک عذاب اس دن ہوگا جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشت کو داغنا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو آج تم اس خزانہ کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے۔“

لہذا ہر صاحبِ نصاب مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پورا پورا حساب کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، بہت سے لوگ علی الحساب کچھ رقم یا دوسری چیزیں غریبوں کو دے کر اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، پورا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

## صدقات سے مال بڑھتا ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کا ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے مال کی ایک بڑی مقدار ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اس کے عوض میں کوئی چیز بھی نہیں ملے گی، لیکن قرآن مجید میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور اس کا پورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:



## حولانِ حول کا مطلب

فرضیتِ زکوٰۃ کی ایک شرط یہ بھی بتائی گئی کہ اس پر سال گزر جائے، ورنہ زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اس میں ایک ضروری بات یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مال زکوٰۃ ہے تو اگر درمیان سال میں اس مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اس مال زائد کا حساب پہلے سے موجود مال کی تاریخ سے کیا جائے گا، جب بقیہ مال پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ کے ساتھ اس زائد مال کی بھی زکوٰۃ نکالنا ضروری ہوگا، یہ نہیں کہ ہر اضافی مال کے لیے الگ سے سال کا حساب کیا جائے، مزید یہ کہ سال گزرنے میں انگریزی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کا حساب کیا جائے گا۔

## کس دن کی مالیت معتبر ہوگی

اموال تجارت کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض ہے، مثلاً اگر کسی کی دکان ہے یا کوئی کاروبار ہے، تو سال گزرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ نقدی یا سامان ہے اس کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے، اور سامان کی ملکیت لگاتے وقت ان کی اس دن کی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن وہ ان کی زکوٰۃ ادا کر رہا ہے۔

## حاجتِ اصلیہ کا مطلب

جو چیز اصلی ضرورتوں کے لیے ہو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اصلی ضرورت کی مثال میں فقہاء نے رہنے کے مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کے جانور اور گاڑی، زراعت یا فیکٹری کے آلات اور مشینری وغیرہ نیز گھر کے فرنیچر وغیرہ چاہے یہ اشیاء کئی ہوں اور ان کو کرایہ پر اٹھاتا ہو تب بھی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

## زکوٰۃ کی مقدار

زکوٰۃ کی مقدار واجب کسی بھی مال میں اس کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد مقرر کی گئی ہے۔

## شیئرز پر زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر طرح کے تجارتی سامان پر واجب ہے، خواہ وہ مویشیوں کی تجارت ہو یا گاڑیوں کی یا زمین کی، اور چونکہ شیئرز بھی سامان تجارت میں داخل ہیں لہذا ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اگر کسی نے شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ ان پر سالانہ منافع حاصل کرے گا ان کو فروخت نہیں کریگا تو اس کو اپنی کمپنی سے تحقیق کرنی

چاہیے کہ اس کے کتنے اثاثے جامد ہیں یعنی بلڈنگ اور مشینری وغیرہ کی شکل میں اور کتنے اثاثے نقد خام اور تیار مال کی شکل میں ہیں، جتنے اثاثے جامد ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اور جتنے اثاثے نقد یا خام اور تیار مال کی شکل میں ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر کمپنی کے اثاثوں کی تفصیلات نہ مل سکیں تو اس صورت میں احتیاطاً پوری قیمت کی زکوٰۃ ادا کر دیجائے۔

اور اگر شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، مثلاً آپ نے پچاس روپے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپے ہوگئی تو اب ساٹھ روپے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

## پراویڈینٹ فنڈ میں زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس پر انسان کا مکمل قبضہ بھی ہو، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو قرض دیا اور بعد میں قرضہ لینے والا اس سے انکار کر رہا ہے، بظاہر اس کا واپس ملنا دشوار ہے یا کسی جگہ گاڑ کر بھول گیا، یا کسی دریا وغیرہ میں گر گیا تو ان روپیوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، پھر جب غیر متوقع طور پر یہ مال مل جائے تو گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، یہ رقم جس وقت ملی ہے اس وقت سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔ (ہدایہ: ۱/۱۸۷)

جہاں تک پراویڈینٹ فنڈ کا تعلق ہے تو اس میں ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو حکومت اس میں ملا کر دیتی ہے، جہاں تک اس دوسری اضافی رقم کا تعلق ہے تو خواہ اس کو انعام کہا جائے یا اجرت ملازم اس کا بھی مالک نہیں ہوتا ہے، لہذا اس پر گزرے ہوئے دنوں کی زکوٰۃ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، قابل بحث صرف فنڈ کا وہ حصہ ہے جو ملازمت کے درمیان تنخواہ سے کٹ کر جمع ہوتا ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ملازمین کو اگرچہ اس پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس پر





صاحب کے قول ہی پر ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا، یعنی وزن کے اعتبار سے اگر آدھا نصاب سونے کا آدھا چاندی کا، یا دو تہائی سونے کا اور ایک تہائی چاندی کا یا ایک چوتھائی سونے کا اور تین چوتھائی چاندی کا پایا جا رہا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

امام صاحب کے مفتی بہ قول کے مطابق اگر سونے چاندی کی معمولی مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب بن جائے گا، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں رہے گا، حالانکہ اتنی معمولی مقدار بالکل معمولی لوگوں کے پاس بھی عام طور سے رہتی ہے، اس تناظر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے کہ صاحبین کا قول اختیار کر لیا جائے تو اس میں زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے دونوں کا خیال ہو جائے گا اور توازن قائم رہے گا۔

راقم کے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے بدلنے سے ہے، اور یہ بات متفقہ ہے کہ حالات بدل جائیں تو حکم بدل جاتا ہے، پھر یہ تو افتاء کے اصول میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اختلاف اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان ہو تو مجتہد مفتی ان میں سے کسی پر بھی فتویٰ دے سکتا ہے (لہذا اجتماعی اجتہاد کے اس دور میں علماء کا اتفاق ہو جائے تو اس کی گنجائش ہوگی) پھر امام صاحب کی ایک روایت صاحبین کے قول کے مطابق بھی ہے، لہذا امام صاحب کے اس قول کو استحباب پر محمول کر کے تطبیق دی جاسکتی ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سامان تجارت والے مسئلہ میں مفتی بہ حکم سے ہٹنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگر علماء اتفاق کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔

### زکوٰۃ کے مستحقین

زکوٰۃ کی حیثیت چونکہ محض عام انفاق اور انسانی مدد کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی عبادت اور شرعی فریضہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کے مصارف اور مدات خرچ خود متعین کر دئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قبضہ حاصل نہیں ہے لہذا اس رقم پر بھی گزرے ہوئے دنوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، علماء محققین کا رجحان اسی طرف ہے۔

### قرض کا ادا کرنا

اگر کوئی شخص مالک نصاب ہے، لیکن ساتھ ہی وہ مقروض بھی ہے تو قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگر قرض کے بقدر منہا کرنے کے بعد بھی نصاب کے بقدر مال باقی بچ رہا ہے تو اس پر اسی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

### سونے اور چاندی کو ضم کرنا

اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (۶۱۲/۳۸۰ گرام) سونانا ہو، لیکن اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی موجود ہو تو کیا اس کے اوپر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی؟ اس مسئلہ میں دو آراء ہیں:

۱- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اپنی معرکہ الآراء تصنیف ”الأم“ میں اس پر امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کے پاس نہ سونے کا نصاب ہے نہ چاندی کا تو اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہو سکتی ہے جبکہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔

۲- دوسری رائے احناف اور بعض دوسرے حضرات کی ہے کہ اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس پر استدلال بکیر ابن عبداللہ الشح کے اثر سے ہے کہ زکوٰۃ نکالنے میں صحابہ کا طریقہ چاندی اور سونے کے ملانے کا تھا، پھر دونوں باعتبار ثمنیت ایک ہی جنس ہیں۔

بہر حال عقلی دلائل دونوں طرف سے مضبوط ہیں لیکن نقلی دلیل میں اس اعتبار سے فریق اول کا موقف کچھ مضبوط قرار دیا جاتا ہے کہ حضرت بکیر کی روایت حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی ہے، پھر امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ سونے اور چاندی کو ملانے کی کیفیت کیا ہوگی؟

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دو تولہ سونا اگر بیچ دیا جائے تو کیا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی حاصل ہو جائے گی، اگر اتنی مقدار میں چاندی حاصل ہو سکتی ہو تو وہ صاحب نصاب مانا جائے گا، فتویٰ امام



چنانچہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتی، ان دو رشتوں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جیسے: بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور خالہ وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جا رہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے اقارب کو اگر یہ بتا کر زکوٰۃ دی جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ عار محسوس کریں، اسی لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا زکوٰۃ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ضروری شرط یہ کہ مستحق مسلمان ہو چنانچہ غیر مسلم مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے گی اور نادار مسلمانوں پر صرف کی جائے گی۔“ (بخاری: ۱۳۹۶)

☆ مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ کا دوسرے علم کی اشاعت اور تحفظ دین کا۔ (ہندیہ: ۱۸۷/۱)

☆ اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت داری کا۔ مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، بھانجے وغیرہ کو زکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے بلکہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”مسکین کو دینے میں ایک صدقہ کا ثواب ہے اور رشتہ داروں کو دینے میں دو صدقہ کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا۔“

☆ رمضان المبارک میں چونکہ ہر عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت و مصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بیہقی فی شعب الایمان: ۳/۳۰۵)

☆ ایک فقیر کو بیک وقت اتنا دینا کہ وہ مالک نصاب ہو جائے بہتر نہیں ہے، البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کو بڑی رقم دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۸)

☆ مقروض شخص کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر فقیر نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لیا تو یہ درست ہے۔ (طحاوی: ۳۹۰)

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (التوبہ: ۶۰)

”زکوٰۃ فقراء، مساکین، عاملین (زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے کارکنان) مولفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ کیراستہ میں (جہاد کرنے والے) اور مسافروں کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔“

زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیت میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، اس کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف انہیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو فقیر یا مسکین ہوں یعنی جن کے پاس یا تو مال ہی نہ ہو یا اگر ہو تو نصاب تک نہ پہنچتا ہو، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو، اس میں بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اسی لیے بلڈنگ کی تعمیر میں زکوٰۃ نہیں لگ سکتی، نہ ہی کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہ میں لگ سکتی ہے، اسی طرح تجھیز و تکفین کی ضروریات میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کر کے صحیح مصرف میں لگانے کی کوشش کرے، افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور پڑوسی میں مستحقین کی تلاش کرے، رشتہ داروں میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرے صلہ رحمی کرنے کا، البتہ دورشتے ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا درست نہیں ہے، ایک ولادت کا رشتہ ہے جس کے تحت تمام اصول و فروع آتے ہیں، چنانچہ اپنے باپ، دادا، نانا، نانی، دادی اور ان سے اوپر والوں کو زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بیٹے، پوتے، بیٹی، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان سے نیچے والوں پر زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے

# ماہ رمضان احادیث کی روشنی میں



انتخاب و پیش کش: - محمد نجم الدین منی پوری ندوی

- ☆ رمضان ایک بابرکت و عظیم الشان مہینہ ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔
  - ☆ رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔
  - ☆ رمضان غم خواری کا مہینہ ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔
  - ☆ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم کی آگ سے آزادی اور نجات کا ہے۔
  - ☆ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس مہینہ میں روزے فرض کیے اور راتوں میں عبادت کو نفل قرار دیا ہے۔
  - ☆ رمضان میں ایک فرض کا ثواب دوسرے دنوں کے ستر فرائض ادا کرنے کے برابر ہے۔
  - ☆ رمضان کے مہینہ میں نیکی کا ایک کام یا نفل عبادت کا ثواب دوسرے دنوں میں فرض کی ادائیگی کے برابر ہے۔
  - ☆ اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا ایک روزہ رکھنے کے برابر ثواب کا کام ہے۔
  - ☆ اگر کسی شخص نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلایا تو اللہ سے حوض کوثر سے ایسا سیراب کرے گا کہ کبھی پیاس نہ لگے گی۔
- (شعب الإیمان للبيهقي، فضائل شهر رمضان: ۳۶۰۸)
- ☆ رمضان المبارک کے روزے پوری سال کے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ گناہ کبیرہ نہ ہوں۔
- (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة...: ۵۷۴)
- ☆ رمضان المبارک میں سچی نیت اور ثواب کی امید میں روزہ رکھنا اللہ کی جانب سے مغفرت کا ضامن ہے۔
- (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان: ۱۸۱۷)
- ☆ رمضان المبارک میں کیا جانے والا عمرہ ایک حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔
- (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرة في رمضان: ۳۰۹۷)
- ☆ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔
- (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان: ۲۵۴۷)
- ☆ روزہ گناہوں سے حفاظت کی ڈھال ہے۔
- (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام: ۲۷۶۱)
- ☆ روزہ دار کے منہ کی بواللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔
- (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام: ۲۷۶۰)

R.N.I. No.  
UPURD/2009/28748

Monthly  
**Payam-e-Arafat**  
Raebareli

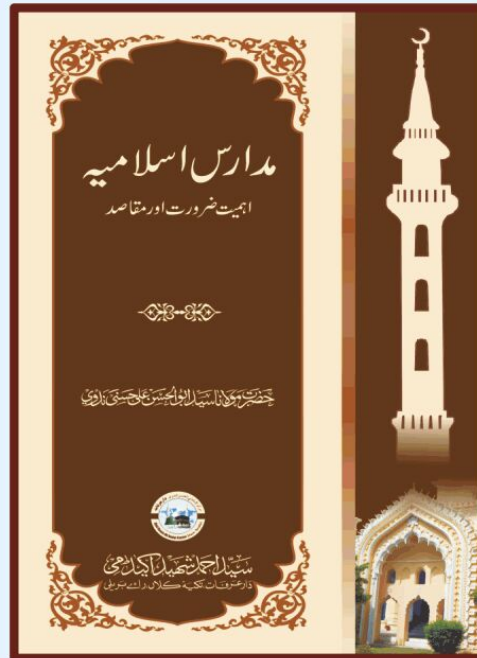
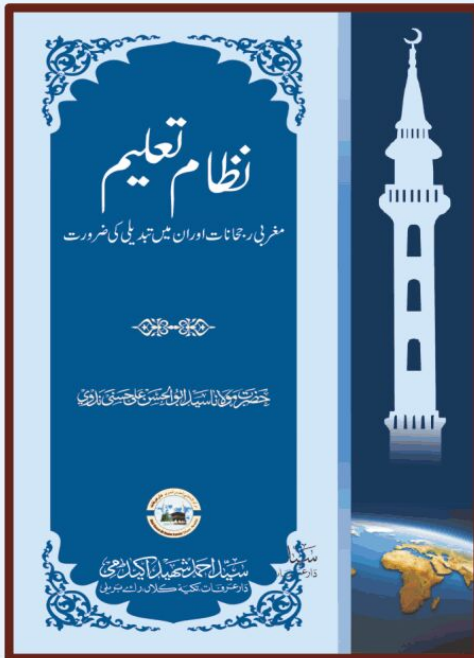
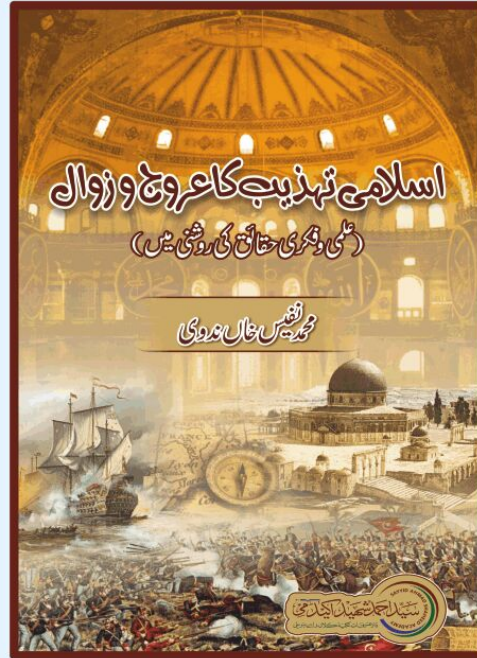
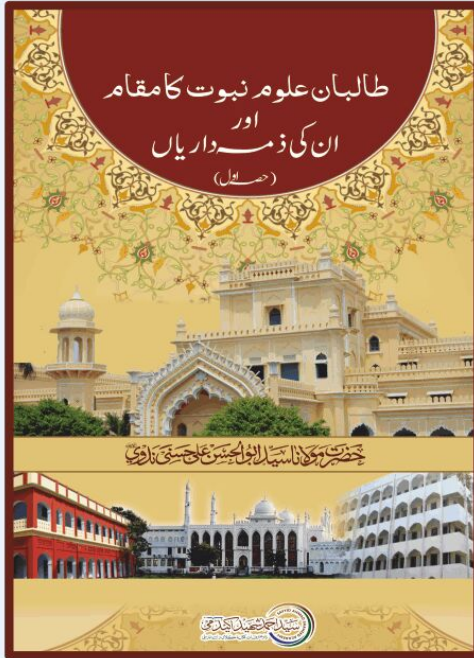
Volume: 15



April-May 2023



Issue: 04-05



Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi

**MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI**

E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.

Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)